

زیارت و ضمیمہ اہل بیت عظیم آثار مقدسہ پر تحقیقی بحث

نور الایمان

بیانۃ آثار حبیب الرحمن علیہ السلام



ترجمہ :

تصنیف :

مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب دارالعلوم دیوبند
مولانا عبدالحلیم فریدی محلی دیوبند

صفہ پبلی کیشنز

زیارتِ وضعِ طہرہ اور تعظیمِ آثارِ مقدسہ پر تحقیقی بحث

نورِ الایمان

بِزَارَةِ آثَارِ حَبِيبِ الرَّحْمٰنِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ک

ترجمہ:

مولانا فتح الرحمن قادری صاحب

تصنیف:

مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی مدظلہ العالی

صُفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیئرمین روڈ - اردو بازار - لاہور فون: 7324210



رَبَّنَا اقْبَلْ مِنَّا
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: نور الایمان
 بربانہ آنا حبیب الرحمن علیہ السلام
 مصنف: مولانا عبدالحلیم فرنگی محلّی جہانگیر
 ترجمہ: مولانا افتخار احمد قادری مصباحی
 باہتمام: عمر حیات قادری
 ناشر: صفحہ پہلی کیشنز۔ لاہور
 تعداد: گیارہ سو
 قیمت: 70 روپے

- ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مکتبہ نبویہ نور یہ رضویہ پبلی کیشنز
- پروگریسو بکس اسلام بک ڈپو گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ مسلم کتابوی، سنی کتب خانہ، مکتبہ جمال کرم، مکتبہ قادریہ
- مرکز الاولیٰ سستا ہوٹل، دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ گلیکسی بک سنٹر۔ 491 طفیل روڈ صدر لاہور کینٹ

تہذیب

سہارن پور مافظت

حضرت مولانا شاہ مافظ عمید العزیز محدث مبارکپوری نور اللہ مرقدہ

————— جنکے ————— کی

فیضانِ کرم نے کتنے بے پایہ قدروں کو سندر کی سی وسعت دی اور جن کی ایک
اونٹ بجگہ التفات نے بے شمار ذروں کو آفتاب و ماہتاب بنا دیا۔

اور ————— ان کی عظیم یادگار

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

————— کی خدمت میں سے جو —————

معرفان میں مسلمانانِ ہند کے لئے علم و فضل اور رشد و ہدایت
کا سینا رہن چسکی ہے۔

(انتخاب احمد قادی)

ماخذ

کتاب	مصنف	سنة وفات
۱- صحیح البخاری	امام ابو عبد الله محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ هـ
۲- شرح البخاری	علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن حنفی	۸۵۵ هـ
۳- شرح البخاری	علامہ شهاب الدین احمد بن محمد خلیف قسطلانی شافعی	۹۱۳ هـ
۴- شرح البخاری	علامہ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی	۷۸۶ هـ
۵- صحیح مسلم	امام ابو الحسین مساکر الدین مسلم بن حجاج قشیری	۲۶۱ هـ
۶- شمس مسلم	امام حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نوری	۷۶۶ هـ
۷- سنن الرواد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بستانی	۲۶۵ هـ
۸- سنن ابن ماجه	امام ابو عبد الله محمد بن یزید ربیع ابن ماجه قزوینی	۲۶۳ هـ
۹- سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ هـ
۱۰- جامع الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۶۹ هـ
۱۱- مشکوٰۃ الصالحین	علامہ محمد ابو عبد الله ولی الدین بن عبد الله خلیف تبریزی	۷۴۰ هـ
۱۲- لمعات شرح مشکوٰۃ	علامہ شیخ محدث ابو المجد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی	۱۰۵۲ هـ
۱۳- اشعة اللمعات	علامہ شیخ محدث ابو المجد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی	۱۰۵۲ هـ
۱۴- مرقات شرح مشکوٰۃ	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بلاقاری حنفی	۱۰۱۳ هـ
۱۵- مباحث شرح مشکوٰۃ	علامہ مظہر الدین حسین بن محمود زیدانی	۷۴۳ هـ
۱۶- شرح مشکوٰۃ	علامہ حسن بن محمد طبری	۲۴۱ هـ
۱۷- مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل	۱۶۹ هـ
۱۸- موطا امام مالک	امام ابو عبد الله مالک بن انس	۸۵۲ هـ
۱۹- شرح بخاری	علامہ حافظ ابو الفضل شهاب الدین احمد بن علی معروف بابن حجر عسقلانی	۱۸۹ هـ
۲۰- موطا امام محمد	امام ابو عبد الله محمد بن حسن شیبانی	۱۰۱۴ هـ
۲۱- شرح موطا امام محمد	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان لاقاری حنفی	۳۵۲ هـ
۲۲- صحیح ابن حبان	محدث ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی	

کتاب	مصنف	تعدادات
۲۳- صحیح ابن خزیمه	محدث ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمه	۳۱۱ هـ
۲۴- صحیح حاکم	محدث ابو عبد الله محمد بن عبد الله حاکم	۳۰۵ هـ
۲۵- شعب الايمان	محدث ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیهقی	۳۵۹ هـ
۲۶- معجم کبیر	محدث ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	۳۹۰ هـ
۲۷- معجم اوسط	محدث ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	۳۹۰ هـ
۲۸- تحفۃ الزوار الی قبره المختار	حافظ ابو القاسم علی بن ابو محمد معروف بابن عساکر	۵۴۱ هـ
۲۹- مصنف عبد الرزاق	محدث عبد الرزاق ابو بکر بن ہمام	۲۱۱ هـ
۳۰- سنن دارقطنی	محدث ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی	۳۸۵ هـ
۳۱- مسند البریل	محدث احمد بن علی البریل موصلی	۳۰۷ هـ
۳۲- مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابو بکر عبد الله بن محمد بن ابی شیبہ عسلی	۲۳۵ هـ
۳۳- مسند بزار	محدث ابو بکر احمد بن عمرو بزار	۲۹۲ هـ
۳۴- معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ هـ
۳۵- جامع الاصول فی احادیث	ابو السعادات محمد الدین معروف بابن اثیر جزیری	۶۰۶ هـ
۳۶- الاستذکار	حافظ محدث ابو عمر یوسف بن عبد الله معروف بابن عبد البر	۶۲۳ هـ
۳۷- فتح الودود	علامہ ابو الحسن سندھی	
۳۸- المعرفة	محدث ابو ذکر یا یحیی بن عبد الوہاب معروف بابن مندہ	۵۱۲ هـ
۳۹- تفسیر کبیر	امام فخر الدین ابو عبد الله محمد بن عمر رازی	۶۰۶ هـ
۴۰- معالم التنزیل	امام محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود قرطبی	۵۱۶ هـ
۴۱- عمل الیوم واللیلة	ابن سنی	۳۶۴ هـ
۴۲- عمدة المحققین	ابو القاسم شیخ الاسلام برهان الدین ابراہیم بن جعان	
۴۳- الکمال	ابو احمد بن عبد الله بن محمد معروف بابن عساکر	۶۲۵ هـ
۴۴- الموضوعات	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن جریر	۵۹۷ هـ
۴۵- مدارج النبوة	علامہ شیخ محدث ابو المجد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی	۱۰۵۲ هـ

کتاب	مصنف	تذکرات
٢٩- جامع صغير	علامه الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن ابوبکر محمد کمال الدين سيوطي	٩١١ هـ
٣٠- شرح جامع صغير	علامه شيخ شمس الدين محمد بن علي شافعي	٩٢٩ هـ
٣٨- شرح جامع صغير	علامه شيخ صالح شهاب الدين ابو العباس احمد بن محمد شافعي	١٠٣٠ هـ
٣٩- شرح جامع صغير	علامه شمس الدين عبد الرؤف مناوي شافعي	٩١١ هـ
٥٠- خلاص صغرى	علامه الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن ابوبکر محمد کمال الدين سيوطي	٩٢٣ هـ
٥١- مواهب لدية	علامه شيخ شهاب الدين احمد بن محمد قسطلاني شافعي	١١٤٦ هـ
٥١- الصغرى	شاه ولي الله بن عبد الرحيم محدث دہلي	٥٢٢ هـ
٥٢- کتاب الشفا	علامه الفضل قاضي عياض بن موسى مالکي	٥٢٢ هـ
٥٣- سيرة الشافعي	علامه رکن الدين شامي	٦٢٨ هـ
٥٥- تجريد الصحابة	امام حافظ شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد ذهبی	١٠٩٩ هـ
٥٦- شرح الشفا	علامه شهاب الدين احمد بن محمد خفاجي حنفي	١١٢٢ هـ
٥٧- شرح مواهب لدية	علامه محمد بن عبد الباقي زر قاني مالکي	٨٥٢ هـ
٥٨- الاصابه في احوال الصحابة	علامه حافظ ابو الفضل شهاب الدين احمد بن علي معروف بابن حجر عسقلاني	٦٢٨ هـ
٥٩- تهذيب التهذيب	امام حافظ شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد ذهبی	٨٥٢ هـ
٦٠- تهذيب التهذيب	علامه حافظ ابو الفضل شهاب الدين احمد بن علي معروف بابن حجر عسقلاني	٨٢٢ هـ
٦١- العقد الثمين في تاريخ البلد الامين	علامه تقي الدين ابو الطيب محمد بن احمد ناسي مالکي مکی	٥٠٥ هـ
٦٢- احیاء العلوم	حجة الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالي	٩٤٠ هـ
٦٣- بحر الزايت	زين العابدين بن ابراهيم بن محمد معروف بابن نجيم مصري	١٠٩٨ هـ
٦٤- در مختار	علامه محمد بن علي بن محمد حصکفي	١٢٥٢ هـ
٦٥- رد المحتار	علامه محمد امين بن عمر معروف بابن عابد بن شامي	١٢٩٠ هـ
٦٦- جامع الرموز	علامه شمس الدين محمد قسطلاني حنفي	٩٥٣ هـ
٦٧- شرح حدایه	علامه بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد عيني حنفي	٨٥٥ هـ
٦٨- کتاب المزاج	امام البرقي يوسف يعقوب بن ابراهيم انصاري	١٨٢ هـ

کتاب	مصنف	تذکرات
۶۱- تفسیر العنبر	علامه مختار نجم الدین بن محمود بن محمد زاهدی	۹۵۸ هـ
۶۰- نهایه شرح هدایه	علامه شیخ حسام الدین حسن بن علی سنغاتی حنفی	۱۰۱۴ هـ
۵۹- خزانه الروایات	تقاضی جنگی حنفی کجراتی	۹۲۰ هـ
۵۸- کشف اصول البرزوی	علامه عبد العزیز بن احمد بن بنماری	۴۲۰ هـ
۵۷- اصول برزوی	امام فخر الاسلام علی بن محمد برزوی حنفی	۳۸۲ هـ
۵۶- شرح النقایه	علامه شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بلامعلی قاری حنفی	۱۱۱۴ هـ
۵۵- فتح القدير	امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد معروف بابن حمام حنفی	۸۶۱ هـ
۵۴- مرآت الفلاح	علامه حسن ابوالاخص بن عمار شرنبلالی	۱۰۶۹ هـ
۵۳- اختصار شرح مختار	علامه ابو الفضل محمد بن عبد الله بن محمود موصلی	۹۸۳ هـ
۵۲- جامع صغیر	امام ابو عبد الله محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ هـ
۵۱- المحيط	امام رضی الدین محمد بن محمد بن محمد ترشخی	۵۲۳ هـ
۵۰- نور الایضاح	علامه حسن ابوالاخص بن عمار شرنبلالی	۱۰۶۹ هـ
۴۹- فتاوی سراجیه	علامه سراج المده والدین اودی	سازین صدی
۴۸- خزانه الفتاوی	علامه شیخ طاهر بن احمد بن عبد الرشید ترشخی حنفی	۵۴۲ هـ
۴۷- مدار الفلاح	علامه حسن شرنبلالی	۱۰۶۹ هـ
۴۶- فتاوی عالمگیری	بابه تمام حضرت آذربک زبیب عالمگیری رحمه الله علیه	۱۱۱۶ هـ
۴۵- فتاوی قاضی خاں	امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی حنفی	۵۹۲ هـ
۴۴- فتاوی ظهیری	علامه شیخ ابوبکر ظهیر الدین بن محمد بنماری حنفی	۶۱۹ هـ
۴۳- فتاوی سیوطی	علامه ابو الفضل جمال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر محمد کمال الدین سیوطی	۹۱۱ هـ
۴۲- فتاوی ابن حجر	علامه حافظ ابو الفضل شهاب الدین احمد بن علی معروف بابن حجر مستطانی	۸۵۲ هـ
۴۱- فتاوی کبری	علامه محمد رشید حسام الدین عمر بن عبد العزیز حنفی	۵۳۶ هـ
۴۰- فتاوی خیریه	علامه غیر الدین بن احمد بن علی ربیع حنفی	۱۰۸۱ هـ
۳۹- مختارات النوازل	علامه برهان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فغانی مرغینانی صاحب حدایه	۵۹۳ هـ
۳۸- ایضاح التودی	امام حافظ ابوزکریا عیسی بن شرف نودی	۶۷۶ هـ

کتاب	مصنف	سنوات
۹۳- مطالب التوینین	مولانا بدر الدین لاهوری	۹۹۵ھ
۹۴- البحر المنظم	علامہ احمد بن محمد ہستی مکی شافعی	۸۰۰ھ
۹۵- السراج الراج	علامہ ابوبکر بن علی بن محمد حداد	۱۰۸۹ھ
۹۶- شرح مفتی البحر	علامہ محمد بن علی بن محمد	۹۵۰ھ
۹۷- مجمع الانهر شرح	محمی الدین محمد بن مصطفیٰ الدین مصطفیٰ	۹۵۱ھ
۹۸- مفتی الابهر	معروف بشیخ زادہ	۹۲۲ھ
۹۹- برهان شدرج	علامہ ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی	۱۰۱۴ھ
۱۰۰- مواہب الرحمن		۱۰۱۴ھ
۱۰۱- شرح عین العلم	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بلام علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۰۲- شرح باب الناسک	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بلام علی قاری	
۱۰۳- مجمع البرکات	ابوالبرکات دہلوی	۵۴۳ھ
۱۰۴- شریعت الاسلام	علامہ رکن الاسلام محمد بن ابوبکر امام زادہ	۱۰۵۲ھ
۱۰۵- فتح الثانی	علامہ شیخ ابوالجہد عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۱۴ھ
۱۰۶- شرح مناسک الحج	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بلام علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۰۷- شرح مناسک التورہ	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بلام علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۰۸- مناسک الحج	علامہ برهان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر زغانی صوفیانی صاحب ہدایہ	۵۹۳ھ
۱۰۹- المناسک	امام حافظ ابوذر یاسینی بن شرف نووی	۶۶۶ھ
۱۱۰- منہ الغفار	علامہ محمد امین بن عمر معروف بابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۱۱۱- کتاب الناسک	علامہ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی	۷۸۶ھ
۱۱۲- اوضح شہج الی	ابراہیم سعد الشہجد الباقی بغدادی	
۱۱۳- معارف مناسک الحج		
۱۱۴- رسائل الارکان	علامہ بحر العلوم علامہ علی محمد بن نظام الدین بکھتری	۱۲۲۵ھ
۱۱۵- المقاصد الحسنہ	علامہ شیخ شمس الدین بن محمد سخاوی شافعی	۹۰۲ھ
۱۱۶- نظام المکتہ	مولانا سید عبدالرحمن حنفی	

کتاب	مصنف	سنه وفات
۱۱۷- الغرائب	علامہ احمد بن محمد ابی بکر حنفی صاحب مجمع القنادی	
۱۱۸- مفاتیح السائل	علامہ محمد بن محمد بن یحییٰ	
۱۱۹- کتاب اتفاق الامر	علامہ ابن حبیرہ	
۱۲۰- الاحکام	شیخ ابو العباس احمد بن محمد ناطقی	۲۴۶ھ
۱۲۱- دلائل الخیرات	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان جزولی شریف حنفی	۸۵۴ھ
۱۲۲- شرح دلائل الخیرات	علامہ شیخ محمد مہدی بن احمد بن علی قاسمی مالکی	۸۵۴ھ
۱۲۳- المعارف	علامہ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبد اللہ مہروردی	۶۳۲ھ
۱۲۴- جذب القلوب	علامہ شیخ ابو محمد عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۲۵- ۳۰۰ شیخ المدینہ	علامہ مسیح علی بن احمد مہروردی	۹۱۱ھ
۱۲۶- الحجۃ المبینة	علامہ ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر کمال مدین سیوطی	۹۱۱ھ
۱۲۷- رسالۃ الحسن	امام حسن بصری	۹۱۱ھ
۱۲۸- روضة الصدور		
۱۲۹- مغفرة الذنوب		
۱۳۰- فی زیارة القبور		
۱۳۱- الروض		
۱۳۲- الخزانة البیضاء		
۱۳۳- کشف الغفار		
۱۳۴- فضل المدینہ		
۱۳۵- الحجۃ		
۱۳۶- منک متوسط		
۱۳۷- منک کبیر		

(فی فروع الحنفیہ)

فہرست

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۱۳۰	ستون علی	۱۲	۱۔ تعارف
"	ستون رفو	۲۸	۲۔ گلزارِ آفتاب
۱۳۱	ستون تہجد	۳۲	۳۔ مرضِ مترجم
"	ستون مرقۃ القبر	۳۶	۴۔ حالاتِ مصنف
۱۳۲	۱۲۔ جنت البقیع اور اس کے گرد و نواح کی قبروں کی زیارت	۴۱	مقدمہ
۱۳۳	قبر سیدنا عباس	"	۵۔ زیارتِ قبر کا حکم
۱۳۴	قبر سیدنا عثمان	۴۴	۶۔ زیارتِ قبر کے اوقات
۱۳۵	قبر ابراہیم	۴۵	۷۔ زیارتِ قبر کے آداب
۱۳۶	قبر عقیل	۵۱	۸۔ قبرستان میں نامناسب امور
"	قبر امام مالک	۶۱	۹۔ زیارتِ قبر کے لئے سفر
"	ایک اور قبر	۶۶	آغازِ بحث
"	ایک چھوٹا سا قبر	"	۱۰۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت
"	قبرِ مصفیہ	"	۱۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثارِ مقدسہ کی تعظیم اور انکی اہانت کرنے والے کا حکم
"	حضرت فاطمہ کا مزار	۸۶	مدینہ منورہ کی زیارت
۱۳۸	سعد اشہلی کا مزار	"	۱۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت
"	الوسعید فذری کا مزار	"	۱۳۔ متبرکِ ستون
"	قبر ازواجِ مطہرات	۱۳۶	ستونِ مختلفہ مطہرہ
۱۳۹	ایک اور قبر	۱۳۸	ستونِ نائشہ
۱۴۰	ضمیمہ	۱۳۹	ستونِ قوم
۱۴۱	۱۵۔ مسجدِ تبارک کی زیارت	"	ستونِ سریر
"	۱۶۔ کوہِ اُحد اور اسکے شہداء اور اسکی مسجدوں کی زیارت	۱۴۰	
۱۴۵			

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۱۹۰	بیر فرس	۱۵۰	مسجد فنج
"	بیر روم	۱۵۱	مسجد جبل عینین
۱۹۱	بیر بقاعہ	"	مسجد وادی
"	بیر بصرہ		۱۶- جنت البقیع اور بیرون البقیع
"	بیر عار		دینہ منورہ اور اس کے
۱۹۲	بیر احاب	۱۵۲	قرب و جوار کی متبرک مسجدیں
"	بیر العین	"	مسجد الجعہ
"	بیر ابی غنیہ	"	مسجد الفقیح
"	بیر انس بن مالک	۱۵۳	مسجد بنی قریظہ
"	بیر السقیاء	"	مسجد ماریہ قطیفہ
۱۹۳	۱۹- حرمین شریفین کے دریاں کی مساجد	"	مسجد بنی ظفر
"	مسجد ذوالخلفہ	۱۵۴	مسجد الابابہ
"	مسجد العرس	"	مسجد البقیع
"	مسجد شرف الزوار	"	مسجد فاطمہ زہراء
۱۹۴	مسجد الغزالہ	۱۵۵	مسجد ابو زہرہ
"	مسجد عرق النسیہ	"	مسجد مصطفیٰ العید
"	مسجد بدر	"	ایک اور مسجد
۱۹۵	مسجد الصفراء	"	ایک تیسری مسجد
"	مساجد الجعہ	۱۵۶	مسجد الفتح
"	مسجد غلیصہ	"	مسجد سلمان فارسی
"	مسجد مر العکبران	"	مسجد علی
"	مسجد سرف	"	مسجد ابو بکر
۱۹۶	مسجد تنعیم	۱۵۷	مسجد بنی حرام
"	مسجد ذی طوی	"	مسجد القبتین
۱۹۷	خاتمہ	۱۵۸	مسجد الذباب
	۲۰- حرمین شریفین کے فضائل اور	"	مسجد السقیاء
"	ان میں عبارت کی اکیثت	۱۵۹	۱۸- متبرک کنوئیں
	○	"	بیر اریس

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی
صدر شعبہ افتاء جامعہ الاشرفیہ مبارکپور

تعارف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خير نبيه وعلى آله وصحبه

مک اصحاب کرام العلوم مولانا عبد الحلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا غلام الدین
قدس سرہ کی بدولت "فرنگی محل مکین" ماضی قریب میں مسلمانان ہند کا مرکزِ عقیدت رہ چکا ہے۔
اسی کانِ رشد و ہدایت، منبعِ علم و فضل کے محلِ شب پر ارفع حضرت مولانا عبد الحلیم نور اللہ مرقدہ
ہیں۔ مولانا موصوف معقول و منقول کے ایسے جامع تھے کہ اس کی نظیر شاید وہاں کہیں ملتی ہے۔
معقولات میں معلومات کے بعد عموماً مقام پر داغ آجاتا ہے مگر موصوف پر اللہ عز و جل کا یہ
خاص فضل ہے کہ معقولات میں بحرِ کمال رکھنے کے باوجود ان کے مقام پر داغ تو بڑی چیز ہے
نیل میں نہیں آیا۔ ذالک فضل اللہ یوثیہ من یشک واللہ ذو الفضل العظیم۔

حجۃ المآماں شاہ می بخندے فرشیہ خود را — مصنف کی اسی خوبی پر مجددِ عظمیٰ حضرت
امام احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ نے ان کو انقدر خطابات سے نوازا۔ "حضرت باجرت

فاضل کمال صحیح العقیدہ منی مستقیم جناب مستطاب مولانا مولوی عبد الحلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تذکرہ غنیہ"
زیر نظر کتاب انہیں کی ایک بہت اہم اور مفید تصنیف "نور الایمان بزیارۃ"

اشار حبیب الرحمن۔ کارور پیکر ہے۔ کتاب کی انادری حیثیت مصنف کی کمال
شان ہی سے ظاہر ہے اگر کسی کو شک و شبہ ہو تو ہاتھ لگھن کو آرسی کیا؟ کتاب کا مطالعہ کرے
شک آنست کہ خود بویہ نہ آنکو مطار بجوید۔

مصنف کے محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جو والہانہ لگاؤ ہے

وہ کتب کے نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں مندرجہ ذیل مزاہات پر بحث ہے۔

۱۔ حدیث طیبہ اور ان کے گرد و نواح کے وہ مخصوص متبرک مقامات جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ منہم کے ساتھ کسی قسم کا تعلق ہے۔

۲۔ ان سے برکت حاصل کرنے کے جواز و استحسان پر دلائل۔

۳۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیخس پناہ میں حاضر ہونے کے فضائل و آداب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت و استمداد کا ثبوت۔

۴۔ حرمین طیبین کے فضائل و مناقب

۵۔ قبور مسلمین خصوصاً آسورگانِ جنت البقیع کی زیارت کے مسنون ہونے کا بیان اور اس کے آداب۔

۶۔ زیارتِ قبور کے لئے شدہ رجال کے جواز و استحسان کا تذکرہ۔

مصنف نے ان تمام موضوعات پر اتنے ٹھوس دلائل پیش کر دیے ہیں کہ مصنف کے لئے مجالِ دمِ زون نہیں۔ اس لئے اصل موضوع پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں تاہم دو ایک موضوع کے بارے میں مختصراً چند محرمات سپردِ قلم ہیں۔

زیارتِ قبور کے لئے سفر | اپنی آبادی کے مقابرِ مسلمین کی زیارت کا مسنون ہونا ایسا اجماعی مسئلہ ہے کہ اس میں اُمت کے کسی ایک فرد کو کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ زیارتِ قبور کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے یا ناجائز۔

جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاءِ عظامِ علمائے دینی اعلام کے مزارات مبارک ان کے مشابہہ متدرجہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا بلاشبہ جائز نہ صرف جائز بلکہ مطلق زیارتِ قبور کا فرد ہونے کی وجہ سے مسنون و باعثِ برکت ہے۔

اسی لئے عہدِ قدیم سے آج تک امت میں مزاراتِ مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا

رائج و معمول رہا ہے اگر ان کے جواز و استحسان کی کوئی اور دلیل نہ برقی تو قتال مسیہیں غور اس کے
 استحسان کا بران قاطع ہے۔ ان اسلاف میں کچھ حضرات ضرور ایسے ہیں جو زیارت قبر کے لئے
 سفر کو ناجائز کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کا اختلاف نیکسنتی پر مبنی ہے اور اجتہادی اختلافات کی نوعیت
 کا ہے۔ مگر آج کچھ لوگوں نے اس میں اتنا غور کیا ہے کہ زیارت قبر کے لئے سفر نہ صرف ناجائز
 کہتے ہیں بلکہ پوری دیدہ دلیری کے ساتھ اسے شرک تک کہنے لگے ہیں۔ اس خصوص میں ابن تیمیہ
 اور ان کے متبعین کا سہارا لے کر اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ شاید یہ کسی اختلافی
 مسئلہ پر اتنے غور و فکر کا ارتکاب کسی اور معاند مجاہد نے کیا ہو اب ہم ان کی سب سے بڑی
 بنیادی دلیل پر بہت معمولی اور عام فہم بحث ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ان
 لوگوں کا مسئلہ یہ حدیث ہے۔ جو حدیث کی کثیر کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے
 کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تین مسجدوں کے علاوہ کہیں سفر نہ کرو
 مسجد حرام - مسجد رسول - مسجد اقصیٰ

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ
 مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ
 الرَّسُولِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

صافین کا کہنا ہے کہ جب ان تین مساجد کے علاوہ کہیں سفر کی اجازت نہیں تو ارادیا کرام
 کے مزارات کی زیارت کے لئے بھی سفر ممنوع و ناجائز ہے۔ ان مُتَشَدِّدین کے جواب میں اتنا
 ہی عرض کرنا کافی ہے کہ اس حدیث کا اگر یہی مطلب ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کہیں بھی
 سفر کو ناجائز نہیں تو لازم آئے گا کہ انسان اپنی آبادی سے باہر کہیں بھی نہ جائے کسی کام کے
 لئے نہ جائے نہ تحصیل علم کے لئے نہ جائے۔ نہ تبلیغ و وعظ کے لئے نہ جائے۔ یہ اور اسی قسم
 کے سارے سفر ناجائز و حرام ہو جائیں۔ اور یہ بات کوئی قائل نہیں کہہ سکتا چہ جائے کہ حضور سید
 عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا فرمائیں۔ اس لئے یہ بات ماننی پڑے گی کہ اس
 حدیث کا یہ مطلب بزرگ بزرگ نہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ اور کہیں سفر نہ کیا جائے ورنہ

معیشت تنگ ہو جائے اور زندگی اجیرن ہو جائے۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس حدیث کا صحیح مطلب وہ ہے جو ائمہ محدثین نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی مساجد میں یہ عین مساجد ایسی ہیں کہ ان میں نماز پڑھنے پر دیگر مساجد کی بہ نسبت زیادہ ثواب ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز پر لاکھ نماز کا ثواب ہے اور مسجد نبوی میں ایک نماز پر پچاس ہزار کا ثواب ہے۔ اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پر پچاس ہزار کا ثواب ہے۔ یہ بات دنیا کی کسی مسجد کو حاصل نہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہاری بستی کی مسجد اور دنیا کی دیگر مساجد میں نماز پڑھنا برابر ہے تو سوائے ان تین مساجد کے کسی اور مسجد کا سفر نہ کرو۔ اس لئے کہ یہ سفر بلا فائدہ ہوگا جو فائدہ دنیا کی دوسری مساجد میں تم کو حاصل ہوگا وہی فائدہ جب اپنی آبادی کی مسجد میں حاصل تو سفر سے کیا حاصل؟

سند الثقات — علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین محمود عینی رحمہما اللہ وغیرہ شارحین نے اس معنی کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں،

مراد یہ ہے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے قصد سے سفر نہ کرے سوائے ان تین مسجدوں کے لیکن کسی بزرگ کی زیارت یا کسی اور کام کے لئے کہیں کا سفر کرنا یہ اس منع میں داخل نہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو سند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نماز کو کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا نہ چاہیے سوائے مسجد حرام مسجد اقصیٰ

ان السراد لا تشد الرحال
الى مسجد من المساجد للصلاة
فيه غير هذا واما قصد زيارة
صالح ونحوها فلا يدخل تحت
النهي ويؤيده ما في مسند احمد
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا ينبغي للمصلين ان يشد رحالهم
الى مسجد يبتغي فيه الصلاة
غير المسجد الحرام والمسجد الاقصى

در مسجدی۔

اور میری مسجد کے

— (ماشیہ بخاری ج ۱ ص ۱۵۸) —

ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔ جب حدیث سابق کی تفسیر ایک دوسری سے ہوتی ہے تو یہی تفسیر راجع اور مقبول ہوگی۔

جب بزرگان دین کے مزارات طہیبات کی زیارت کے لئے سفر کے ممنوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں تو یہ مطلق زیارت قبور کا فرد ہونے کی وجہ سے جائز نہ صرف جائز بلکہ سنت

قرار پائے گا۔ وَمَنْ ادْعَى التَّحْمِصَ والتَّقْيِیدَ فَعَلَيْهِ الْبِیَانُ

حضرت علامہ قاسمی مرتبہ شرح مشکوٰۃ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل

فرماتے ہیں۔

ذَهَبَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ إِلَى الْاِسْتِلَالِ
بِهِ عَلَى الْمَنَعِ مِنَ الرَّحَلَةِ لِزِيَارَةِ
الشَّاهِدِ وَقُبُورِ الْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِينَ
وَمَا تَبَيَّنَ لِي أَنَّ الْأَمْرَ كَذَلِكَ
بِإِلِ الزِّيَارَةِ مَا مَوْزُوعًا بِهَا الْخَبَرُ
كَغَيْثِ نَهْمَيْتُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ
الْأَنْزُورُ وَهَذَا الْحَدِيثُ إِنَّمَا وَرَدَ
نَهْيًا عَنِ الشَّدِّ لِبَغْيِ الثَّلَاثَةِ مِنْ
السَّاجِدِ لَتَسْمَا شَلْمَا بِلِ الْبَلَدِ
الْأَنِيهِ مَسْجِدٌ فَلَا مَعْنَى لِلرَّحَلَةِ
إِلَى مَسْجِدٍ الْخَرَدُ أَمَّا الشَّاهِدُ
فَلَا تَسَاوَى بِلِ بَرَكَتِهِ زِيَارَتُهُ

اسی حدیث سے دلیل لاتے ہوئے بعض علماء نے مشاہد اور قبور علماء اور صلحاء کی زیارت سے منع کیا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں اب تک نہ آئی۔ زیارت قبور کا شریعت نے حکم دیا ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ سنو اب زیارت کرو حدیث لاتشد الرجال میں کسی مسجد کی طرف سفر سے مانعت ہے۔ ان تین مسجدوں کے علاوہ کیونکہ بقیۃ ساری مساجد ایک دوسرے کے مثل ہیں بلکہ کوئی شہر ایسا نہیں جہاں مسجد نہ ہو۔ پھر کسی مسجد کے

عَلَى تَدْرِجَاتِهِمْ مِنْهُ اللَّهُ
لَيْتَ شِعْرِي هَلْ يَنْجُ هَذَا الْقَائِلُ
مِنْ شِدِّ الرِّجَالِ لِقَبُولِ الْأَنْبِيَاءِ
كَابْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَالْمَنْعِ
مِنْ ذَلِكَ فِي غَايَةِ الْإِحْالَةِ
وَأَنْ جُوزَ ذَلِكَ لِقَبُولِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْأَوْلِيَاءِ فِي مَعْنَاهُمْ مَنَّا يَجْعَلُ
أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ مِنْ أَهْوَائِهِ
الرَّحْلَةِ كَمَا أَنَّ زِيَارَةَ الْعُلَمَاءِ
فِي الْحَيَاةِ مِنَ الْمَقَامِدِ.

مربطہ جلد اول مشہور

طبرہ بی

کے لئے سفر کے کیا معنی اور مشاہد آپس میں
برابر نہیں بلکہ ان کی زیارت کی برکت اصحاب
مشاہد کے اللہ عزوجل کے حضور درجات
کے اعتبار سے بے کاشش کہیں جانتا
کیا قائل انبیاء کرام کے مزارات کی
زیارت سے منع کرے گا جیسے حضرت ابراہیم
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام
ان کی زیارت سے منع کرنا محال ہے اور اگر
انبیاء کرام کے مزارات کی زیارت کو جائز
جانتا ہے اور اولیاء کرام اس خصوص میں —
ان کے حکم میں ہیں تو ان کے
ارات کی زیارت مقصود سفر ہو سکتی ہے جیسا
کہ حیات ظاہری میں علماء کی زیارت مقصود
سفر ہوتی ہے۔

انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے ان کی حیات
طیبہ میں ان کے حضور حاضر ہو کر استعانت

انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے استمداد

اور استمداد بالاجماع جائز و معمول ہے۔ اختلاف و دوسرے میں ہے۔ جب وہ شفیق کے
مرد و نہ ہوں یا ان کے وصال کے بعد جائز ہے یا نہیں نیز بعد وصال ان سے مدد چاہنے کے
لئے ان کے مزارات کا سفر درست ہے یا نہیں۔ چونکہ اس دور میں بھی بہت سے کان
سننے کی اور بہت سے دل قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اس موضوع پر
چند سطریں حاضر ہیں۔ ویسے طالب حق کے لئے وہی کافی ہے جو فاضل عثمی نے افادہ کیا ہے

اس بحث کے دو غور طلب پہلو ہیں۔

۱۔ انبیاء عظام اور اولیاء کرام کو قصار حاجات حل مشکلات دفع بیئات اور مستغنیث کی اعانت کی قوت من جانب اللہ ملی ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر ملے زلف بعد وصال یہ قوت باقی رہتی ہے یا سب کر لی جاتی ہے؟

قرآن و حدیث کے ارشادات کی روشنی میں ان دونوں سوالوں کے جوابات اثبات میں ہیں تو جس طرح حیات ظاہری میں انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے استعانت جائز ہے اسی طرح بعد وصال بھی جائز۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جو بھی قرآن و احادیث پر نظر ڈالے گا اسے ماننا پڑے گا کہ ان دونوں سوالوں کے جوابات صرف اثبات میں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے

اَنَّا اَخْلَقْنٰكُمْ مِّنَ الطِّينِ
كَهْنِيَةً الطِّينَ فَانْفَعُ فِيْهِ
فِيْهِ كُوْنٌ طَيِّرٌ اِذْ ذٰلِكَ اللّٰهُ وَ
اُسْمٰى رِجْمَ الْاَكْبَةِ وَ الْاَبْرَمَ
وَ اُحْيٰى السُّوْفٰى اِذْ ذٰلِكَ اللّٰهُ

(پچہ - ۱۳)

کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی
صورت بنانا ہوں پھر اس میں پھر تک مارتا
ہوں تو وہ فرزا پرند ہو جاتی ہے اللہ کے
حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد
اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں
مردے جلانا ہوں اللہ تعالیٰ کے
حکم سے

اور اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام وصال کے بعد بھی دنیوی حقیقی جسمانی حیات

کے ساتھ زندہ ہیں صحیح حدیث ہے :

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰى الْاَرْضِ اَنْ
تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاۡ وَ كَتَبَ اللّٰهُ حَيٰثِیْ
یَعْرَضٰتِ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳)

اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرمادیا کہ وہ
انبیاء کے جسموں کو کھائے اللہ کا نبی زندہ ہے
اسے رزق دیا جاتا ہے

پھر دمال سے ان ترقوں کا سبب کیسے ہوا؟ — رہ گئے اولیاء کرام تو صحیح حدیث
قدس ہے جو بخاری شریف میں بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اللہ
عز وجل فرماتا ہے کہ:

مَا زَالَ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَهَ
بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتَهُ فَإِذَا
أَحْبَبْتَهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي
يَسْمَعُ بِهِ وَيَبْصَرَهُ الَّذِي
يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ
بِهَا وَيَرْجُلَهُ الَّتِي يَمْشِي
بِهَا.

(رواد الثیغ الدہلوی) و
فَوَادَهُ الَّذِي يَعْقِلُ بِهِ
وَلِسَانَهُ الَّذِي يَتَكَلَّمُ
بِهِ

(و ایضاً زاد) فَسَمِعَ يَسْمَعُ
وَبَصَرَهُ يَبْصُرُ وَبَطْشَهُ يَبْطِشُ وَ
يَمْشِي (بخاری ج ۲ ص ۱۶۳)

(أَشْعَثُ السَّمْعَاتِ ج ۲ ص ۱۸۴)

بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب
قریب تر ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں
اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب
میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو اس کا کان
ہر جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی
آنکھ ہر جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے
اس کا ہاتھ ہر جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے
اور اس کا پاؤں ہر جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے
(شیخ دہلوی نے اتنا اضافہ کیا ہے)

اور اس کا دل ہر جاتا ہوں جس سے وہ
سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہر جاتا ہوں جس
سے وہ بولتا ہے۔ (شیخ نے اتنا اور اضافہ
کیا ہے) تو وہ بندہ مجھ سے سنتا ہے
اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے
اور مجھ سے چلتا ہے۔

اسی حدیث عظیم اور دلیل کی روشنی میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر
فرماتے ہیں

الْعَبْدُ إِذَا رَاقَبَ عَلَى

بندہ جب طاعات پابندی کے ساتھ

بجالاتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے
 کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اس کا کان
 آنکھ ہو جاتا ہوں جب کہ اللہ عزوجل کے
 جلال کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے تو وہ
 دُور و نزدیک کی سنتا ہے اور جب وہ
 نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے تو نزدیک و
 دُور سب دیکھتا ہے۔ اور جب وہ نور
 اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو سخت و نرم
 دُور و نزدیک میں تعریف کرنے پر بندہ
 قادر ہو جاتا ہے۔

الطاعات بَلَغَ إِلَى الْمَقَامِ
 الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ كُنْتُ لَهُ
 سَمْعًا وَبَصَرًا إِذَا صَارَ نُورُ
 جَلَالِ اللَّهِ سَمْعًا يَسْمَعُ
 الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ
 ذَا لُثِّ النُّورِ بَصَرًا لَهُ رَأَى
 الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَافْعَلْ ذَلِكَ
 النُّورُ بِذَلِكَ قَدَرٌ عَلَى
 التَّصَرُّفِ فِي الصَّغْبِ وَالْبَهْلِ
 وَالْبَعِيدِ وَالْقَرِيبِ. (۲۱۵- مل)

اب رہ گئی یہ بحث کہ اولیائے کرام کے وصال کے بعد ان کی یہ قوت سب ہو جاتی
 ہے یا باقی رہتی ہے۔ اسے حسب ذیل حدیث کی روشنی میں طے کرنا ناظرین کے لئے
 بہت آسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

دُنْيَا مُؤْمِنٍ كَأَقْدَمِ غَاثٍ أَوْ كَأَفْرَجِ حَبَّتٍ
 هُنَّ جَبَّ مُؤْمِنٍ مَرَجَاتٍ هُنَّ اس کی راہ
 کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے
 سیر کرے۔

الدُّنْيَا سَجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ
 الْكَافِرِ إِذَا مَلَتْ الْمُؤْمِنُ
 يُخْلَى مِنْهُ يَسْرُحُ حَيْثُ شَاءَ
 (مُتَّفَقٌ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْوَةَ)

اس کا فیصلہ ناظرین کے سپرد ہے کہ کسی کو بھی قوت قید میں زیادہ ہوتی ہے یا
 قید کے باہر۔ اسی وجہ سے فتاویٰ سیدی جمال مکی قدس سرہ میں ہے کہ
 شیخ الاسلام شہاب رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ عوام جو مصیبتوں میں انبیاء و مرسلین اور اولیاء
 سے مدد مانگنے کے لئے پکارتے ہیں یا شیخ فلاح یہ جائز ہے کہ نہیں۔ تو

انہوں نے جواب ارشاد فرمایا :

الاستغاثۃ بالانبیاء
والمرسلین والاولیاء الصالحین
حائزۃ بعد موتہم

انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے
آثار و مشاہد مبارکہ سے حصول برکت

انبیاء و مرسلین اور اولیاء سے ان کے
وصال کے بعد مدد مانگنا جائز ہے۔

آثار سے مراد ان کے لباس، ان کے
بال، ان کے عصا اور ان کے برتن وغیرہ ہیں۔
اور شاہرے میری مراد ان کے مسکونہ مکانات
عبادت گاہ، جلسہ گاہ اور ان کی

جائے نزول وغیرہ ہیں۔

جو لوگ امت کے حال سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ انبیاء عظام اور اولیاء
کرام کے آثار و مشاہد سے برکت حاصل کرنا ہمیشہ معمول رہا ہے۔ بخاری شریف میں
خاص ایک باب ہے ”باب المساجد البتی فی طریق مکتہ“ (ان مسجدوں
کا بیان جو مکہ کے راستے میں ہیں)

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل تفصیل سے مذکور ہے کہ
جمہ الدواع کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جہاں پڑاؤ کیا تھا۔ وہ تلاش کر کے
انہیں جگہوں میں قیام کرتے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان جگہوں میں کوئی برکت
نہیں آئی تھی یا برکت آئی تھی مگر وہاں برکت حاصل کرنا حرام ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر
رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی کیا تاویل ہے۔ حدیث ہی میں انہیں سے یہ ایمان افزہ عمل منقول
ہے کہ وہ بکھباتے ہوئے ایک جمر بنیر یا کاشافوں میں اپنا عمامہ الجھا کر کچھ آگے بڑھ
جاتے پھر واپس ہوتے اور عمامہ چھڑا کر آگے بڑھتے لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اس بیر میں الجھ گیا تھا اور حضور اتنی دُور آگے بڑھ

ماظرین فیصلہ کریں کہ جو جگہ مہبط الزوار ہو مہبط لاسکھ ہو وہاں سے برکت مل سکتی ہے یا نہیں اور برکت کمپیں سے بھی ملے، لینا جائز ہو گا یا ناجائز؟

بخاری میں حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موجود ہے کہ وہ اپنی مسند درسی کی وجہ سے بارش اور سیلاب کے دفن میں مسجد اقدس میں حاضر نہ ہو پاتے۔
 حاضر خدمت، بوکر عزم کی حضور میرے گھر چل کر کہیں جگہ نماز پڑھ دیں کہ میں اس جگہ نماز پڑھ لیا کروں گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور ایک جگہ نماز پڑھی۔ وہیں حضرت عثمان نے مسجد نبالی اگر محبوبان بارگاہ کے کہیں جگہ عبادت کرنے سے برکت نہیں آتی تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ اگر برکت آتی ہے تو پھر اس برکت سے محروم کرنے کی سعی کا کیا معنی؟

صباح سیرت کی حدیث ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے بائیں میں ارشاد فرمایا۔

تم ایک پتھر ہو نہ نفع دے سکتے ہو	انك حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا
اور نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں نے تمہارا بوسہ نہ لیا ہوتا۔	تَضُرُّ وَلَا أَتَى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ مَا تَقَبَّلْتُكَ (مشکوۃ ص ۲۲)

اس سے قطع نظر کہ حجر اسود نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پتھر کو مس فرمایا ہے اس کا بوسہ مسنون اور باعث برکت ہے۔

حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حلق (سر منڈانا) فرمایا تو اپنے مومے مبارک صبا کرام میں کس نے تقسیم فرمایا تھا۔
 امارت میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے میں پانی بھر کر صبا بہ

مریضوں کو دیتے تھے اور مریض شفا یاب ہوتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مبارک کرتہ کے بارے میں خود قرآن مجید میں ہے۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کو دیا کہ اسے لے جا کر والد ماجد کے درے اور پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور یہی ہوا بھی۔ کیا حضرت یوسف علیہ السلام دُعا نہیں کر سکتے تھے۔ کیا ان کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ کیا خود حضرت لیتوقبلاً دُعا نہیں کر سکتے تھے اور ان کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ پھر کرتہ کیوں بھیجا۔ یہی بتانے کے لئے کہ ہمارے استعمال لباس بامٹ برکت ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے :

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ
التَّرْسُولِ۔ (پہ ۱۴)

سامری نے کہا میں نے جبریل کے زیر قدم
کی ایک مٹھی مٹی لی۔

تفاسیر میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام فرعون کے آگے آگے جا رہے تھے جہاں ان کے گھوڑے کے ٹم پڑتے سبزہ اگ آتا سامری سمجھ گیا کہ اس مٹی میں حیات بخشش کی تاثیر ہے اس نے ایک مٹھی مٹی لی اور چاندی سونے کا پیچہ بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی وہ بولنے لگا۔ اگر روح الامیں کی سواری کے ٹم میں یہ تاثیر ہو سکتی ہے جبکہ وہ زمین پر پڑتے ہی اُٹھ گئے۔ تو جہاں محبوبانِ بارگاہِ کا قیام ہو اس مٹی میں کیا تاثیر ہوگی اس کا اندازہ کرنا بہت آسان ہے۔

اس بحث کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ

إِنَّ الصَّفَا وَالشَّرَافَ مِثْرُ
شَعَائِرِ اللَّهِ (پہ ۳)

بیشک صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیاں
ہیں۔

سوال یہ ہے کہ صفا و مروہ میں کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر وہ دین کی نشانی بن گئے
اسلامیات کا ہر واقف کار جانتا ہے کہ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ جب وادی غیر زمی زرع

میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس سے جاں لب ہو گئے تو حضرت باجوہ کی مانتا ترپ اٹھی وہ پانی کی تلاش میں پہلے صفا پر چڑھیں جب پانی کہیں نظر نہ آیا تو نیچے آئیں جب تک نمت جگر نظر آتے رہے آہستہ چلیں اور جب نشیب میں آ جانے کی وجہ سے نظروں سے اوجھل ہو گئے تو دوڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ اتنی بلندی پر پہنچ گئیں کہ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر آنے لگے تو آہستہ آہستہ مردہ پر چڑھیں۔ اسی طرح سات پھیرے لگاتے جس کی یادگار سعی ہے اور اس شان سے کہ حضرت باجوہ کے اس اضطراری فعل کی جو بہر نقل ہے پہلے وہ صفا پر چڑھیں تو حکم ہے کہ سعی کی ابتداء صفا سے کرو وہ جہاں تک آہستہ چلیں تم بھی آہستہ چلو وہ جہاں دوڑیں تم بھی دوڑو جہاں تک دوڑی تمہیں وہیں تک۔ اور جہاں سے وہ آہستہ چلیں وہاں سے پھر آہستہ چل کر مردہ پر چڑھو۔ وہ صفا اور مردہ پر چڑھ کر حضرت اسماعیل پر نظر ڈالتی تھیں آج وہاں اسماعیل نہیں مگر وہ جہاں لیٹے تھے اس جگہ پر زمزم ہے اس پر نظر ڈالو۔ ساتویں بار زمزم ابنتہ دیکھ کر وہ یہاں آئی تھیں پیاسی تھیں پانی ضرور پیا ہوگا تم بھی سعی مکمل کر کے زمزم پیو۔ اگر حضرت باجوہ کی اضطراری حرکات میں کوئی کشش نہیں تو اللہ عزوجل نے ان کو اپنی اہم عبارت کا جزو کیوں قرار دیا۔ ساتھ ہی یہ بتانا ہے کہ صفا و مردہ کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ ان پر حضرت باجوہ کے مقدس پاؤں پڑے جس کی وجہ سے وہ اللہ کا آشنائی بن گئے تو اگر حالت اضطرار میں جہاں اس محبوب بندی کے قدم پڑے وہ اللہ کے دین کی نشانی ہیں تو جہاں جہاں مجربان باگراہ کے قدم پڑے وہ یقیناً تبرک و مقدس مقامات ہوں گے۔

کچھ ترجمہ کے بارے میں | اس مفید اور اہم کتاب کے مترجم ادیب حبیب مولانا انصاری احمد صاحب قادری استاذ ارب عربی الجامعة الاشرفیہ میں ضلع انظم گڑھ کے مشہور اور مردم خیز نقیب گھوسی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے دامن میں ۳۰ شوال المکرم ۱۳۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مشہور ادارہ مدرسہ السیاسیہ گھوسی میں حاصل کی۔ ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کو عالم اسلام کی اہم ترین درس گاہ کی شکل دینے کے

لے رکھنے تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسی کے تاریخی اجلاس میں مشائیر علمائے کرام کے
مقتدر باقوں سے آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ آپ نے خصوصی طور پر ادب میں
مہارت حاصل کی۔ آپ کی علمی و ادبی صلاحیتوں اور خصوصیتوں کی بنا پر حضور حافظ قلم ہانی
الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور (علیہ الرحمہ) نے جامعہ کی تدریسی خدمات کے لئے منتخب فرمایا۔
مولیٰ عزوجل ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کے افادہ کو کام سے عام تر
فرمائے۔ آمین۔

کہنے کو یہ ترجمہ ہے اور ترجمہ کا لفظ بہت ہلکا ہے لیکن ترجمہ جتنا آسان سمجھا جاتا ہے
اتنا آسان نہیں۔ پھر وہ ترجمہ جو درکس میں ہوتا ہے اور اس ترجمہ میں جو آپ کے ہاتھ میں ہے
بہت بڑا فرق ہے جو درکس میں طلبہ کو ہر لفظ کے لغوی اور معنی مراد بتانے کے لئے تحت اللفظ
ترجمہ کیا جاتا ہے۔ مگر یہ ترجمہ تحت اللفظ اور درکس ترجمہ نہیں ہے بلکہ حقیقت میں یہ عربی
مضامین کو اردو میں اس طرح منتقل کیا گیا ہے کہ تسلسل سلاست اور زور بیان باقی رہے۔ یہ کتنا
مشکل کام ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے کہیں یہ کام کیا ہو۔ بعض حیثیتوں سے
ترجمہ تصنیف سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اپنی تصنیف میں مصنف اپنے خیالات کو
اپنے طرز پر ڈھالتا جاتا ہے۔ مگر کسی دوسرے کی کتاب میں مترجم اسی کے طرز بیان
اور طرز نگارش کا پابند ہوتا ہے۔

مترجم کی محنت قابل تحسین اور قابلِ داد ہے کہ انہوں نے بڑی کاوش و عرق ریزی سے
اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ ایسا معیاری ہے کہ اچھے سے اچھے ترجموں میں جگہ پانے کے لائق
ہے۔ مترجم نے صرف ترجمہ پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ جا بجا تشریحی و افادی حواشی بھی بڑھائی
ہیں جو مترجم کی بلند مصلیٰ اور ان کی وسعتِ علم کا پتہ دیتے ہیں۔ انہوں نے کتب حوالہ جات کے
مصنفین کا نام اور ان کے سنہ وفات پوری عرق ریزی کے ساتھ تلاش کئے ہیں۔
ترجمہ یقیناً قابلِ ستائش اور مترجم کی محنت لائقِ صدِ افریں ہے۔ مجھے علوم و خواص سے

تو امید ہے کہ اس ترجمہ کی نشر و اشاعت میں بحرِ پُرِ حق سے لے کر مترجم کا سہولہ بڑھائیں گے تاکہ اس میں جو انہوں نے قدم اٹھایا ہے وہ تیزی سے بڑھتا رہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ عز و جل اس خدمت کو قبول فرمائے اور مقبول عام و خاص کرے اور مصنف و مترجم کو دنیا و آخرت میں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ میبہ سید المرسلین۔

فقیر محمد شریف الحق محبِ دینی

نادم شعبہ افتاد

الجامعۃ الاشرفیہ سب رک پر۔ اعظم گڑھ

یوم جمعہ ۱۵ صفر ۱۴۱۶ھ

از: ڈاکٹر محمد رضوان اللہ صاحب امری

ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (ملک)

ڈی۔ اے۔ جامعۃ الازھر مصر

صدر شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

کلمہ آغاز

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّتُكَ عَلَى حَبِيبِكَ إِنَّكَ رَحِيمٌ أَمَّا بَعْدُ !

سہامی تعلیم کی روح یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں اطاعت خداوندی کو ملحوظ رکھیں۔ ہمارا ہر قدم اس لئے اٹھے کہ ہم کو خداوند قدوس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر امر کو مستقیم کی رہنمائی کے لئے پیغمبروں کو دنیا میں بھیجا جنہوں نے نہ صرف یہ کہ وہ طریقہ کار بتایا جس پر عمل کر کے دَمًا خَلَقْتَ الْبَشَرِ وَالْإِنْسَانِ إِلَّا لِيَعْبُدُكَ سُبْحَانَ خَلْقِ الْإِنْسَانِ لَمَقْدَرِ عبادت خداوندی پڑا ہو بلکہ انہوں نے خود بھی اس طریقہ کار پر عمل کر کے دکھایا کہ اگر اس کو لا مکمل بنایا جائے تو انسان صحیح معنی میں اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء و رسول اپنے منصب رسالت و نبوت اور اپنے کردار و عمل کے باعث اپنے اپنے دور میں افضل خلائق ہے ہیں۔ ان کی شخصیتیں لوگوں میں غیر معمولی مقبول اور مقرب و محترم رہی ہیں۔ اسی طرح ان کی ملت کے بعد ان کے چھوڑے ہوئے آثار کی تعظیم و تحکیم بھی کی جاتی ہے۔ ان کی قومیں ان کے آثار متبرکہ کو باعث خیر و برکت سمجھتی رہتی ہیں۔

خود قرآن کریم نے سابلتہ نسباً کرام علیہم السلام کے آثار کو یاد کر دیا ہے۔
قرآن کہتا ہے :

قَالَ لَهُمْ رَبِّيَ مُحَمَّدٌ اِنَّ اِيَّةَ
مِنْكُمْ اَنْ تَحَاتُّبُوْكُمْ التَّابُوْتُ فِيْهِ
سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا
تَرَكَ الْاُمُوسَى وَآلُ هَارُوْنَ
تَحْمِلُهَا السَّمَلَةُ اِنَّ فِيْ ذَٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ان سے ان کے نبی (شمیل علیہ السلام) نے
فرمایا ان (طارات) کی سلطنت کی نشانی یہ ہے
کہ تمہارے پاس تابوت آئے جس میں تمہارے
رب کی طرف سے سکیڑ ہے اور موسیٰ و
ہارون کے چھوٹے تبرکات میں فرشتے اسے
اٹھا کر لائیں گے بیشک اس میں تمہارے لئے
(عظیم) نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس تابوت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے حضرت
موسىٰ کا عصا ان کی نعمین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ مقدس وغیرہ تھا۔ بنی اسرائیل
جس لڑائی میں اس تابوت کو آگے کرتے اس کی برکتوں سے دشمنوں پر فتح یاب ہوتے اور
جس مراد کے لئے اس کا وسید لاتے وہ مراد برآتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ معظمہ کی تعمیر کی تھی اس کا ذکر
کرتے ہوئے قرآن مطلق ہے۔

اس (غائبہ کعبہ) میں مکمل ہوئی نشانیاں ہیں
ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔

فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ
مِّمَّا قَامَ اِبْرٰهِيْمٌ ۝

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ مقدس کی تعمیر کر رہے تھے اس
پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پاک کے نشان ہو گئے تھے۔ اسی کو آیت کریمہ میں معلم ابراہیم
کہا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ مکمل ہوئی نشانی ہے اور اب تک یہ موجود ہے۔ اس کے پاس آج بھی
نماز و دعا مقبول ہوتی ہے۔

جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے آثار و تبرکات کی یہ اہمیت و تاثیر ہے تو پھر اللہ
کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و مقدس کی غفلت و تاثیر کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے یہی وجہ

ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے آثار مقدسہ کا غیر معمولی احترام کرتے تھے ان سے تبرک و توسل کا کام لیتے تھے کبھی کوہنہ نہا کر لیا تو وہ اسے کائنات کی سب سے اہم شئی تصور کرتا ہے کبھی کے پاس جبہ و چادر ہے تو وہ اسے زندگی کی سب سے گرانبھا شئی سمجھتا ہے۔ آپ نے اگر کہیں نماز پڑھ لی ہے تو وہاں نماز پڑھنے کے لئے بعض صحابہ بعض سے بازی لے جانے کے لئے کوشاں ہیں۔

غرض اس طرح سے آپ کے تمام آثار مقدسہ و تبرکات متبرکہ کو صحابہ کرام میں غیر معمولی اہمیت حاصل تھی اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں اور ان کے بعد ہر زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کا پورا پورا اعتنا کیا جاتا رہا ہے۔ اسی طرح روضہ النور کی زیارت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت عہد صحابہ سے لے کر اب تک ہر زمانہ میں معمول و رائج رہی ہے۔ آج بھی دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان آپ کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر آپ سے مدد و نصرت کے طالب ہوتے ہیں ان کے توسل سے ان کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض آثار طیبہ بھی غیر معمولی اہمیت و تاثیر رکھتے ہیں۔

انہیں آثار مقدسہ، زیارت روضہ النور، مساجد متبرکہ اور زیارت اہل بیت علیہم السلام اور عامہ قبروں کے موضوع پر مولانا محمد الیم فرنگی علی گھنوی نے عربی زبان میں ایک نہایت جامع کتاب ”نُورُ الْإِسْلَامِ بِزِيَارَةِ أَشْرَافِ الرَّحْمَنِ“ تالیف کی تھی جس نے علمی حلقوں میں کافی شہرت حاصل کی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کے مافذ کی تعداد ایک سو تیس سے بھی زائد ہے۔ چونکہ یہ کتاب عربی زبان میں تھی اس لئے اردو زبان طبقہ اس سے استفادہ کرنے سے محروم تھا الحمد للہ مولانا مستنار احمد صاحب قادری کی کاوش و محنت سے اس کا اردو ترجمہ آپ کے باقر میں ہے۔

مولانا مستنار احمد صاحب قادری (جامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) کے ایک

قابل اور ممتاز استاد ہیں۔ آپ نے اس کتاب کا ترجمہ نہایت سلیس و بامحاورہ انداز میں کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ یہ ترجمہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب دراصل اردو ہی میں لکھی گئی ہے۔ ہم مترجم کو ان کی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

مما تے اہلسنت کی اس طرح کی متعدد معرکۃ الآراء تصانیف پر وہ نمایاں ہیں کیونکہ وہ عربی زبان میں ہیں اس لئے عام مسلمان ان سے استفادہ کرنے سے قاصر ہیں فاضل مترجم نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے نوازے اور اس کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد ضوان اللہ ازہری

صدر شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۳ جولائی ۱۹۶۶ء

عرض مترجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہادی اعظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ انور کی زیارت ایک عظیم عبادت اور ایمان والوں کی حقیقی معراج ہے۔ ہر مسلمان مدینہ طیبہ سے عشق بلکہ وہاں کے درے درے سے والہانہ جذبات رکھتا ہے۔ اس شہر عشق و محبت کے دیدار کے لئے اس کی آنکھیں بیتاب اور اس کا دل بے چین رہا کرتا ہے۔ اس کی زیارت اس کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے اور اس سے بڑی ایک ایمان دار کی آرزو ہو بھی کیا سکتی ہے کہ جس نے اسے ایمان کی سب سے بڑی دولت دی ہے اس کی جلوہ گاہ کا ایک بار اپنی آنکھوں سے نظارہ کر لے وہ لوگ کتنے خوش بخت ہیں جنہیں یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مزار مقدس کی زیارت کی بہت زیادہ ترغیب کی اور اس کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہے:

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت مانگنا یہ ہو گئی۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ
قَضَائَتِي (داقطنی)
دوسری حدیث ہے:

میرے دُنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی

مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ
مَوْتِي كَمَا تَشَاءُ زَارَنِي فِي
حَيَاتِي (ابن مساک)

تیسری روایت ہے،

جس نے میری رحلت کے بعد میری
زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں
میری زیارت کی۔

مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي
فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي
(بیہقی)

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل انبیاء سابقین علیہم السلام
آپ سے استنات اور مدد و نصرت طلب کرتے چلے آئے ہیں۔ حاکم کی صحیح روایت
ہے، جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لغزش پر یہ دعا مانگی،

اے میرے پروردگار میں تجھ سے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے سوال
کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے تو ان سے
اللہ نے فرمایا جب تم نے ان کے وسیلے
سے سوال کیا تو میں نے تمہیں بخش دیا۔

يَا رَبِّ اسْأَلْكَ بِمُحَمَّدٍ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْتَ تَغْفِرُكَ فَقَالَ لَهُ اللَّهُ
قَدْ غَفَرْتُ لَكَ إِذَا أَسَلْتَنِي
بِمُحَمَّدٍ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مشکلات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی
میں اور آپ کے وصال کے بعد بھی آپ سے مدد و نصرت طلب کرتے تھے۔ اس طرح
کی متعدد اداویث اپنے مقام پر آئیں گی۔ یہی جہود امت کا اعتقاد اور مزاج بھی رہا ہے
اور معمول بھی۔

جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پوری امت کے لئے مجسم مدد و
نصرت ہے اسی طرح آپ کی نسبت سے مشرف ہونے والے مقدس مقامات،
مبارک مسجدیں، متبرک کنوئیں، مسجد ثبار، کوہ اُمد اور اس کی مساجد۔ غرض آپ سے
منسوب ہر چیز بھی باعث خیر و برکت اور ذریعہ مغفرت و نجات ہے۔ جہود امت
ان سے قوسل اور تبرک حاصل کرتے رہے ہیں۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک

ہر دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثارِ مقدسہ کا غیر معمولی اہتمام اور احترام ہوتا رہا ہے۔ اور ان کی تعظیم و توقیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تحکیم سمجھی جاتی رہی ہے۔
 شفا، مواببِ لذنیہ اور مدارج النبوۃ میں مرقوم ہے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک حصہ ان تمام اشیاء کی تعظیم بھی ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہو۔	مِنْ اَعْظَامِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْظَامُ جَمِيعِ اسبابہ وما لیسہ اذْ عُرِفَ بِهٖ صَلَّى اللَّهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
---	---

اس موضوع پر اسلافِ کرام میں بہتوں نے قلم بھی اٹھائے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت، آپ سے استعانت اور آپ کے آثارِ مقدسہ میں بعض بعض پرستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ فضائلِ حرمین شریفین کتبِ احادیث کا ایک مستقل باب ہے۔ زیارتِ قبور اور اس کے لئے سفر، آدابِ زیارت وغیرہ پر خوب بحثیں کی گئی ہیں۔

لیکن ان تمام پہلوؤں پر حاوی اور تمام گوشوں پر جامع بحث کہیں یک جا نہیں ملتی ہے۔

آج سے ایک صدی پیشتر یہ خدمت مولانا عبدالمعین فرنگی محلی قدس سرہ نے انجام دی۔ آپ نے اس موضوع پر ایک اہم اور پُر مغز کتاب "نورُ الایمان بزیارۃ اثارِ حبیب الرحمن" تالیف فرمائی۔

۱۲۹۹ھ میں زیارتِ حرمین شریفین کے لئے آپ نے حجاز کا سفر کیا۔ اسی مبارک سفر میں مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران آپ نے یہ کتاب تالیف کی۔ اس کتاب میں آثارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، زیارتِ روضہ مقدسہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت،

مساجد مبارکہ، آبار مقدسہ، مسجد ثناء، متبرک مقون، کوہ اُحد، اس کے شہداء اور اس کی سجدیں، اہل بقیع اور عام قبر کی زیارت، ان تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث اور ان تمام گوشوں پر انتہائی تحقیقی انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو بات کہی گئی ہے حوالہ سے کہی گئی ہے۔ اس کتاب کو علمائے فرنگی محل کی تحقیقات کا اعلیٰ نمونہ کہا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کے مراجع کتب ایک سو تیس سے بھی متجاوز ہیں جو اس کی غیر معمولی اہمیت کے لئے کافی ہیں۔

لیکن یہ کتاب عربی زبان میں تھی اس کی عام افادیت کے پیش نظر اور علمائے فرنگی محل میں ایک جلیل القدر عالم کی اس موضوع پر تحقیق پیش کرنے کے خیال سے بعض احباب نے مجھے مشورہ دیا کہ یہ کتاب میں اردو ترجمہ کی شکل میں پیش کر دوں۔ رحمن و رحیم کے نام سے میں نے یہ کام شروع کیا۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ یہ کام بھی کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چند ماہ کی مسلسل محنت اور پیہم کاوش کے نتیجے میں آج یہ ترجمہ مکمل ہو کر آپ کے اکتوں میں ہے۔ ترجمہ میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ اصل عبارت کا مفہوم ادا ہو جائے اور ترجمہ اصل مفہوم سے یک سر و مو بھی تہاؤں نہ کرے۔ مصنف نے جو کہنا چاہا ہے بس اسے ہی پیش کیا گیا ہے۔ ان کتاب کے بعض مقامات جو تنقید طلب تھے ان کی انک سے خوشی کے ذریعہ تنقید کر دی ہے۔ زبان زیادہ سے زیادہ آسان اور عام فہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کو ذوق اور مفید تر شکل میں پیش کرنے کے ارادے سے تعارف ”کوہ آغاز“ حالات مصنف اور آخذ کتب کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ آخذ کتب میں معنیوں کے اسما اور ان کے سند و فوات پروری تلاش و جستجو کے بعد جتنے مل سکے ہیں تحریر کر دیئے گئے ہیں۔

اخیر میں میں اپنے تمام کبار اور احباب کا شکریہ ادا کر رہا ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح

میرا تعاون کیا۔ بالخصوص ڈاکٹر قاری رضوان اللہ صاحب صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
کو مشکور ہوں جنہوں نے میری گزارش پر کلمہ آغاز کلمہ کریم کی بابت افزائی فرمائی۔

شیخ کبیر حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی صدر شعبہ افتاء الجامعة الاشرفیہ
مبارکپور کا ممنون ہوں جنہوں نے متعدد جگہوں پر میری رہنمائی فرمائی۔

ربّ قدیر اپنے حبیب گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص میری یہ خدمت قبول فرمائے
اور اس کی انادیت عام فرمائے اور مزید اپنے دین کی خدمت کی توفیق بخشے۔

اللهم یا رحیم یا کریم اغفر لنا ولوالدینا ولاساتینا
والجميع المسلمين والسلام برحمتک یا ارحم الراحمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد
والہ واصحابہ اجمعین آمین

انتہا احمد قاری

الجامعة الاشرفیہ مبارک پور۔ اعظم گڑھ

۲۹ شوال الحکم ۱۴۱۶ھ - ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۶ء

حالات مصنف

۱۱ شوال ۱۲۰۹ھ لکھنؤ

۲۱ شعبان ۱۲۰۹ھ حیدرآباد (دکن)

مولانا عبدالحی فرنگی محل جو ایک جید عالم دین، صاحب فضل و کمال اور مشہور مصنف و محشی ہیں جنہوں نے اپنی ۲۸ سال کی مختصر سی زندگی میں بیشمار علمی و تحقیقی نقوش چھوڑے ہیں اور شاہیر علمائے کرام اور اصحاب فضل و کمال کی صف میں ممتاز و نمایاں مقام کے حامل ہیں۔

اس کتاب کے مصنف مولانا عبدالحکیم فرنگی محل انہیں کے والد گرامی اور استاذ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۱ شوال ۱۲۰۹ھ کو فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو کی کتابیں اپنے والد ماجد مولانا محمد امین اللہ متوفی ۱۲۳۶ھ سے پڑھی و سیکھیں۔ کی تکمیل معارف فرنگی محل سے کی۔ علوم اسلامیہ میں کمال حاصل کیا بالخصوص فقہ میں امتیازی مقام پیدا کیا۔ تکمیل درس کے بعد تدریس میں مشغول ہوئے۔

سنہ ۱۲۶۰ھ میں نواب ذوالفقار الدولہ رئیس، باندہ کی طلب پر باندہ تشریف لے گئے وہاں ریاست کے ایک مشہور مدرسہ میں مدرس مقرر کئے گئے۔ اس کے بعد جو پور تشریف لے گئے۔ وہاں کے رئیس محمد امجد بخش نے انہیں مدرسہ حنفیہ کا مدرس مقرر کیا۔ جو پور میں آپ نے ۹ سال تک اقامت کی اور وہیں نور الانوار کا ماشیہ قسم الاقتصار تحریر فرمایا۔ سنہ ۱۲۶۹ھ میں حیدرآباد دکن کا رخ کیا۔ وہاں سید تراب علی سالار جنگ نے انہیں مدرسہ نظامیہ کا صدر مدرس مقرر کیا۔

تدریسی و تحریری خدمات کے اس طویل سفر کے ساتھ ساتھ دیار پاک کی حاضر کی شوق بھی مچتا رہا۔ بخت بیدار نے یار می کی اور سنہ ۱۲۸۰ھ میں حج و زیارت کے لئے حرمین طیبین کی

پاک سرزمین کا سفر کیا۔ حکم حکوم پر پہنچ کر آپ نے فریضہ حج ادا کرنے کے بعد شیخ محمد جمال حنفی اور شیخ احمد زینی و علان سے علم حدیث اور دیگر علوم اسلامیہ کی سند حاصل کی۔
 ۱۲۸۴ھ میں مدینہ طیبہ میں شیخ عبدالغنی سے تفسیر و حدیث اور شاہ عبدالرشید سے قصیدہ بردہ اور جزب البحر کی اجازت و سند حاصل کی۔ شیخ علی الدننی نے دلائل الخیرات شریف کی اجازت دی۔

۱۲۸۶ھ میں حیدر آباد واپس ہوئے اور محکمہ عدالت نظامیہ سے وابستہ ہوئے اور اپنے تدریس علمی جلالت شان کے ساتھ کچن و خلی اس کے فرائض انجام دیتے رہے۔
 کچھ مدت کے بعد ایک شدید مرض کا حملہ ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ کچن منافع کی طرف سے کیا ہوا سحر بھی اپنا اثر کر رہا تھا۔ شعبان تک ایسی حالت غیر ہو گئی کہ زندگی سے ناامیدی پیدا ہونے لگی۔ اپنے صاحبزادے کو کچھ دیتیں فرمائیں اور حدیث کی بھی اجازت دی بیعت لے کر داخل سلسلہ قادریہ رزاقیہ کیا۔ آخر کار ۲۱ شعبان ۱۲۸۵ھ کو بوقت صبح اس دار فانی کو خیر باد کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاریخ وفات "عالم باعمل نور تضا" ہے۔ حیدر آباد الہی میں شاہ محمد یوسف قادری کے مزار کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کو بیعت و اجازت مولانا عبد الولی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ آپ نے اپنے پیچھے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد چھوڑی جن میں سے اکثر تدریس و تصنیف میں متاثر و مشہور ہوئے۔

آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ۱- رسالۃ فی الاشارة بالسبابة فی التشہد
- ۲- حاشیۃ شرح العقائد الجلالۃ المسماة بعمل المعاهد
- ۳- التحلیہ شرح التسویۃ۔
- ۴- نظم الدرر فی سلاک شوق القمر۔

- ٥- امعان النظر لبصارة شق القمر.
- ٦- نور الايمان بزيارة اثار جيب الرحمن.
- ٧- الاملاء في تحقيق الدعاء.
- ٨- ايتاد المصاييح في التراويج.
- ٩- غاية الكلام في بيات الحلال والحرام.
- ١٠- خير الكلام في مسائل الصيام.
- ١١- القول الحسن في ما يتعلق بالنوافل والسنن.
- ١٢- عمدة التحرير في مسائل اللون الباهر والمحرم.
- ١٣- السقاية شرح الهداية.
- ١٤- قمر الاثمار حاشية نور الانوار.
- ١٥- رسالة في احوال الرحلة الى الحرمين.
- ١٦- التعليق الفاضل في مسئلة الطهر المتخلل.
- ١٧- رسالة في تراجم علماء الهند.
- ١٨- رسالة في جمع الفتاوى.
- ١٩- التحقيقات السرفية بمجل الحاشية الزاهدية على الرسالة القطبية.
- ٢٠- القول الاسلام لحل شرح السلم.
- ٢١- الاقوال الاربعة.
- ٢٢- كشف المكتوم بمجل حاشية بحر العلوم.
- ٢٣- القول المحيط فيما يتعلق بالجمع الثولف والبسيط.
- ٢٤- معين الطالبين في رد المغالطين.
- ٢٥- الايضاحات لبحث المختلطات.

- ٢٧- كشف الاشياء محل حمد الله.
- ٢٨- البيان العجيب في شرح ضابطة التهديب.
- ٢٨- كاشف الظلمة في بيان اقسام الحكمة
- ٢٩- العرفان
- ٣٠- حاشية النفيس شرح موجز الطب
- ٣١- الحاشية على الحاشية القديمة الدوائية
- ٣٢- شرح شرح التجريد
- ٣٢- حاشية بديع الميزان
- ٣٢- حاشية المصباح.
-

فَوْزُ الْإِيمَانِ زِيَارَةُ أَثَارِ حَبِيبِ الرَّحْمَنِ



مقدمہ

زیارت قبور کا حکم | مردوں کے لئے زیارت قبور مستحب ہے۔ کیونکہ قبریں دل میں رقت پیدا کرتی اور مرنے لگنے کو یاد دلاتی ہیں۔ بعض نے زیارت قبور کو واجب بتایا ہے۔ (خزانة الروایات)۔ یہی قول ابن عبدالبر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے۔ علامہ نووی نے زیارت قبور کے مستحب ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ ہاں شعبی اور شافعی کے قول سے زیارت قبور کا مکروہ ہونا جھکتا ہے۔ لیکن یہ شاذ اور ناقابل التفات قول ہے۔ اس لئے کہ یہ رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور علماء کے اجماع کے خلاف ہے۔ (البحر المنظم)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے اسلام میں دو جمہوروں سے زیارت قبور سے منع فرمایا تھا،

(۱) بتوں کی عبادت سے مشابہ ہونے کا خوف۔

(۲) اور اس کا اندیشہ کہ لوگ زمانہ جاہلیت جیسے قول و فعل کے کہیں متعکب نہ ہوں۔

پھر جب اسلام کے قواعد و ضوابط منضبط ہوئے تو یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمادیا۔ حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو میں نے قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم ان کی زیارت کرو۔

تم کو میں نے قبروں کی زیارت
سے روکا تھا تو (اب) تم ان کی
زیارت کرو۔

نہتیکم عن زیارة
القبر و فزروہا
(البود او دو من ہریدۃ)

عورتوں کے لئے بھی مذہبِ میم کے مطابق زیارتِ قبر مستحب ہے (جامع الزمر)
ایک خیال یہ ہے کہ ان کے لئے زیارتِ قبر حرام ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے لئے
مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا (زیارتِ قبر سے) روکنا ان کے حق میں بتور
باتی ہے صرف مردوں کو اجازت ملی ہے۔ اس خیال والوں کی دلیل یہ ہے کہ ”زُودُوا“
حدیث کا لفظ صیغہ جمع ذکر ہے اس طرح گویا صرف مردوں کو اجازت ملی ہے لیکن یہ دلیل
کمزور ہے۔ ”فتح الثانی“ میں اس کے ضعف کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ شریعت کی زبان کا
مُثَلَّوْبٌ یہ ہے کہ مردوں کے اصل ہونے کی وجہ سے یا مردوں کو عورتوں پر غالب کرینے کی
وجہ سے خطاب مردوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔

یعنی نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ زیارتِ قبر عورتوں کے لئے مکروہ ہے
بلکہ اس زمانہ میں تحریم ہے بالخصوص شہر کی عورتوں کے لئے۔ کیونکہ وہ اس طرح نکلتی ہیں
جس میں فتنہ و فساد کا پورا اندیشہ ہوتا ہے۔ طحاوی نے ”حاشیۃ مراق الفلاح“
میں یہی قول نقل کیا ہے۔

”مطالب السؤمندیہ“ میں ہے کہ عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے روضۃ الزکر کے سوا کسی قبر کی زیارت کے لئے نہ جائیں۔
محقق خیر الدین رملی نے دونوں قولوں کے درمیان مطابقت کی یہ شکل نکالی ہے کہ اگر
ان کی حاضری غم کو ہرا کرنے اور آہ و زاری کی غرض سے ہو تو ناجائز ہے۔ اسی پر حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ کی حدیث معمول ہے جس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ قبروں پر جانے والی عورتوں
پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم زائرت
القبر (البوداؤد)

قبروں پر جانے والی عورتوں پر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
لعنت فرمائی۔

اور اگر عورت اور رقت قبر کے بغیر روئے اور بزرگوں کی قبروں سے برکت حاصل
کرنے کے لئے ہر قبر پر زمی عورتوں کے لئے کوئی حرج نہیں اور جوان عورتوں کے لئے مکروہ
ہے جس طرح جماعت کے لئے ان کا مسجد جانا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا ایک اور محل بھی بتایا گیا ہے کہ کثرت سے قبروں پر
جانے والی عورتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جس نے ظاہر ہے کہ
کبھی کبھی وقت کی زیارت ممنوع نہ ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ
ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ انور کی زیارت کرتیں۔

یہ بھی مروی ہے کہ جب وہ کبھی ضرورت سے مکہ جاتیں تو اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر
کی مکہ میں زیارت کرتیں۔ (کشف اصول البزوی)

”خزانة الروایات“ میں ”سراجیہ“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جنہی اور عائشہ
کے لئے زیارت قبر میں کوئی حرج نہیں۔

ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ زیارت قبر بعض برائیوں اور خرابیوں کا موجب
کا عورتوں کے ساتھ غلط فط کے سبب ترک نہیں کی جائیں گی۔ اس لئے کہ قبر میں اس جیسے سبب
سے چھوڑی نہیں جاتیں بلکہ انسان کے لئے ان پر عمل پیرا ہونا اور بدعات کا انکار لازم ہوتا ہے
بلکہ اگر ممکن ہو سکے تو ان بدعتوں کا نشانہ ضروری ہوتا ہے۔ (ردالمحتار)

امام غزالی ”احیاء العلوم“ میں رقمطراز ہیں۔ ہر اس شخص سے جس سے اس کی زندگی
میں مدد مل جاسکتی ہے اس سے مرنے کے بعد بھی اس سے مدد مل جاسکتی ہے۔ شیخ عبدالمقصد محدث
دہلوی نے ”شرح مشکوٰۃ“ میں یہ قول نقل کیا ہے۔

۱۱۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار وصال کے قبل ہونے کے لئے مجرب تریاق ہے۔

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ شیخ معروف کرخی اور حفصہ غوث اعظم سیدنا و مرشدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اپنی قبروں میں ویسے ہی تعریف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے برکات سے نفع پہنچائے اور ہمیں ان کے احوال کے مثل نصیب فرمائے۔ آمین۔

میت کی تعریف کرنا اور اس کا ذکر جمیل کرنا مستحب ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارا ساتھی انتقال کر جائے تو اُسے چھوڑ دو۔ اس کی عیب جوئی نہ کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مَرُوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال تک پہنچ چکے۔ (احیاء العلوم)

زیارت قبور کے اوقات

ہفتہ میں ایک بار قبروں کی زیارت مستحب ہے
(مختارات النوازل)

”باب الناسک“ کی شرح میں ہے کہ زیارت قبر کے لئے سب سے افضل جمعہ۔

۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”اشعۃ السمعات“ جلد اول ص ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے میں نے ایسے چار اشخاص کر دیکھا۔ وہ یہی حضرات اُردو کے نام ذکر نہیں کئے آگے ارشاد فرمایا متعذر نہیں۔ نیز شیخ ابراہیم حنفی سے نقل فرمایا کہ امدادیت زندہ کی امداد سے قوی ہے۔ اس کی تائید سید احمد بن مرزوق نے بھی فرمائی ہے۔ نیز صراف بائد حضرت حامی قدس سرہ نے شیخ ابراہیم قریشی کا قول نقل فرمایا کہ میں مشائخ میں چار حضرات کو جانتا ہوں کہ وہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔ شیخ معروف کرخی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی۔ شیخ عقیل شبلی اور شیخ حیات حلی قدس اللہ اسرارہم (فتاویٰ الانس ص ۱۸۱)

شعبہ، در شعبہ اور جمعرات کے ایام ہیں۔

محمد بن واسع فرماتے ہیں کہ مروتے اپنے پاس آنے والے کو جمعرات، جمعہ اور سنچر کے دنوں میں جانتے ہیں۔ (مبیہقی)

”مجمع البرکات“ میں ہے مروتوں کو جمعہ کے دن معلوم کرنے کی قوت نسبتاً درمست و دنوں کے زیادہ عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ مروتے اپنے زائرین کو اس دن دوسرے دنوں سے زیادہ پہچانتے ہیں۔

”خزانة الروایات“ میں لکھا ہے زیارت قبور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ بہتر ہے اور سنچر کے دن طوع آفتاب سے قبل اور جمعرات کو دن کے شروع حصے میں اور بقیہ بعض دن کے اخیر حصے میں بہتر ہے۔

”مطالب المؤمنین“ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے ”کہ جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی کی قبر پر ہر جمعہ کو حاضر ہو تا رہا وہ بخش دیا گیا اور اطاعت شمار کر دیا گیا۔“ (ردۃ الصدور) بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں بھی اسی منہوم کی حدیث مرسلہ روایت کی ہے۔

صاحب ”الخزانة الجلالیة“ رقمطراز ہیں۔ اولاد کے لئے مناسب ہے کہ اپنے والدین کی قبروں پر جمعہ کو حاضر ہوں۔ اور ان دنوں کی قبروں یا ان میں سے کسی کی قبر کے پاس سورہ یسین پڑھیں۔ تو بر آیت اور ہر حرف کے عوض اس کی بخشش ہوگی۔

بارکات راتوں میں بھی زیارت قبر مستحب ہے بالخصوص شب برأت میں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شب میں اہل بقیع کی زیارت کی ہے۔

اسی طرح متبرک دنوں میں بھی مستحب ہے مثلاً عشرہ ذوالحجہ، عید الاضحی، عید الفطر، یوم عاشورہ اور بقیہ ایام حج میں۔ (دعائے)

زیارت قبور کے آداب | جب کوئی شخص زیارت قبر کا ارادہ کرے تو اس کے

لئے مستحب ہے کہ اپنے گھر میں در رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھے اور میت کے لئے اس کا ایصال ثواب کرے۔ اس سے اللہ تعالیٰ میت کے پاس اس کی قبر میں ایک نور بھیجتا ہے اور اس نمازی کے لئے بہت زیادہ ثواب لکھتا ہے پھر یہ شخص قبرستان جائے اور اثنائے راہ بے مقصد کام میں مشغول نہ ہو۔ (مجمع البرکات)

جب قبرستان پہنچ جائے تو یہ کلمات کہے:

اے مسلمانوں تم پر سلام، ہم بھی انشاء اللہ	اَسْلَامٌ عَلَیْكُمْ دَارُ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ
تم سے میں گئے، میں اپنے اور تمہارے	وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ
لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کا	فَاَسْئَلُ اللّٰهَ لِيْ وَ لَكُمْ الْعَافِیَۃَ
خواستگار ہوں۔	(شرح النقایۃ۔ للاعلیٰ قاری)

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب کے اخیر حصے میں جنت البقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے:

اے مومنو تم پر سلام تم سے جو وعدہ	اَسْلَامٌ عَلَیْكُمْ دَارُ قَوْمٍ
کیا گیا تھا وہ تم کو ملائک کا دن (قیامت) تمہارے	مُؤْمِنِیْنَ وَ اِنَّا لَمَّا نُوْعِدُ وَاَنْتُمْ
اجر کے لئے مقرر ہے اور ہم انشاء اللہ تم	عِنْدًا مُّوْجِلُوْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ
سے میں گئے۔ اے اللہ ساکنان البقیع عرقہ	بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ؕ اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ
کو بخش دے۔	لَا اَهْلَ بَقِیْعَ الْغَرْقَدِ

حدیث میں دار کا لفظ زائد ہے یا لازم کے ذلک کی قبیل سے ہے کیونکہ جب حضور صلی اللہ

سے بقیع الغرقہ۔ یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے بقیع کے معنی درختوں والی زمین غرقہ ایک

قسم کے درخت کا نام ہے۔ یہ درخت اس جگہ بکثرت پائے جاتے تھے۔ ۴۴

علیہ وسلم نے گھر کو سلام کیا تو اس میں رہنے والے کو برج اول سلام ہوگا اس طرح حدیث میں ان شاء اللہ کا ذکر تبرکاً ہے اس لئے کہ مردوں سے منقطع ہے یا ملنے سے واد کا تین حال میں ملتا ہے۔ اس صورت میں ان شاء اللہ اپنے اصل معنی میں ہوگا (جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے پاؤں پر قدم سے اچھے حال میں ملیں گے اور تمہیں میں ہم بھی شامل ہوں گے) اور بعض مکتب فقہ میں یہ ہے کہ والسلام علی الموت علیکم السلام کہنے والا والسلام علیکم یہ اس بنا پر ہے کہ پہلا جملہ مقتضی نہیں کہ اس کا جواب ضرور دیا جائے اور دوسرا جملہ جواب چاہتا ہے، اس کا اعتبار نہیں۔

تلامذہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے۔ زیارت کے آداب میں سے یہ ہے کہ السلام علیکم کے الفاظ کے ساتھ ال توہر کو سلام کرے یہی صحیح ہے علیکم السلام نہ کہے کیونکہ حدیث میں السلام علیکم کے الفاظ آئے ہیں۔

”مجمع البرکات“ میں ”الشرعۃ“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کئی مجلسیں کسی ایسے شخص کی قبر سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا رہا ہو اور پھر گزرنے والا اس کو سلام کرتا ہے تو بلاشبہ صاحب قبر سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ ابن عبد البر نے ”الإستیعاب“ میں یہ روایت نقل کی ہے۔

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب گزرنے والا کسی ایسی قبر سے گزرتا ہے جسے وہ جانتا نہیں اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو جواب دیتا ہے۔

جب مسلمان اور کفار کی قبریں باہمی مل جلی ہوں تو سلام کے لئے یہ الفاظ ہونے چاہیئے السلام علی من اتبع الهدی (مجمع البرکات) ہمارے فرمایا ہے قبر پر حاضر ہونے والا صاحب قبر کے پائنتی سے آئے اس کے سر ہانے سے آٹھٹیک نہیں۔ سر ہانے سے آنے کی صورت میں میت کی نظر کو شفقت ہوگی اور پائنتی سے آنے کی

صورت میں یہ بات نہ ہوگی کیونکہ اب وہ صاحب قبر کے سامنے ہوگا۔ جب میت اپنے بازوؤں پر ہوگا تو اس کی نظر اس کے پاؤں کی طرف ہوگی۔ اس کا لحاظ اس وقت ہوگا جب ایسا ممکن ہو۔ ورنہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ ایک میت کے سر ہانے اور اس کا اخیر حصہ اس کے پائنتی تلاوت فرمایا۔ (ردالمحتار)

قبر سے قریب ولعیہ ہونے میں معیار دنیاوی زندگی کا حال ہوگا۔ (جامع الرموز)
قبر پر حاضر ہونے والا قبلہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوگا۔ (مطالب المؤمنین) اور قبستانی کی تشریح کے بموجب میت کے چہرے کے مقابل ہوگا۔

”ردالمحتار“ میں ہے کہ قبروں کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا مسنون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت البقیع تشریف لے جانے کے وقت یہی معمول تھا۔ اور اگر کوئی بیٹھے تو اس کے قریب ولعیہ بیٹھنے کا اعتبار اس کی دنیاوی زندگی کے انداز سے ہوگا (یعنی زندگی میں اس کے جس قدر قریب یا بعید بیٹھا تھا اسی لحاظ سے اب بھی بیٹھے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں میں اپنے حجرے میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اپنے کپڑے اتارے ہوئے داخل ہوتی اور اپنے جی میں کہتی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شہر اور وہ میرے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی تو ہیں۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حجرے میں مدفون ہوئے تو اللہ کی قسم میں اس میں اس طرح کبھی داخل نہ ہوتی بلکہ اب جب بھی حجرے میں آتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیار کی وجہ سے اپنے پڑے کپڑے ذریعہ تن کئے ہوتی۔

مرقات میں منقول ہے کہ طیبی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرنے والا حرام اس کی زندگی کی طرح ہونا چاہیے۔
زائر کے لئے مستحب ہے کہ اپنی استطاعت بھر پڑے مثلاً سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ

کی ابتداء آیتیں مفلحون تک آیت الکرسی اور امان الرسول۔ اخیر تک سورہ یسین
تبارک الذی سورہ نکاش، سورہ انعام گیارہ بار یا سات بار یا تین بار اہم مکتوبات میں پھر یہ کہے
لے اللہ جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا فلاں فلاں کو پہنچا۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ
کی رائے ہے۔ امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبرستانوں میں قبر کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ
ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختلف احادیث کے وارد ہونے کی وجہ سے
مستحب ہے۔ صدر الشہید نے فرمایا ہے کہ ہمارے مشائخ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی قول
انتہا کیا ہے (مطالب الزین)

شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل سے منقول ہے کہ قبرستانوں میں قرآن زور سے پڑھنا
مکروہ ہے۔ (مجمع البرکات)

شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ قبر پر حاضر ہونے والا
قبرستانوں میں آواز یا بغیر آواز سورۃ تک پڑھے لیکن اس کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھے اس لئے کہ
اس سورہ کے پڑھنے کا حکم حدیث میں آیا ہے۔ (مطالب الزین)

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں کا قبر کے گرد بیٹھنا اور ان کا قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔
فتح القدیر میں ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر پڑھنے کے سلسلے میں اختلاف ہے بمقتا ذہب
یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔ (در مختار)

۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثراب کے لئے ایصالِ ثراب کی نیت کے ساتھ ساتھ زبان
سے بھی کہنا بہتر ہے۔ ۱۱

۲۔ غالباً اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ اگر قبرستان میں مسترد لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں یا کسی کام میں
مصرف ہوں تو بلند آواز سے نہ پڑھیں اور اگر تنہا ہو تو میرے خیال میں بلند آواز سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ
میت کو اس سے مزید اُنس حاصل ہوگا۔ اس تفصیل میں سورہ تک اور جمیع قرآن ایک حکم رکھتا ہے۔

”خزانۃ الروایات“ میں مناجات السائل سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے ”جو شخص کسی مومن کی قبر پر حاضر ہوا اور یہ دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ اَنْ لَا تُعَذِّبَ مَلَکَ النَّسِیْتِ۔ تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر سے قیامت تک کے لئے عذاب و نزع فرمادیتا ہے۔“

”غرائب“ میں ہے ”جو شخص نے اپنے والدین کی قبر پر ایک بار سورہ فاتحہ اور سات بار قل هو اللہ احد پڑھا اللہ تعالیٰ ان دونوں کی قبروں کو ۳۲ روز قیامت میں شرف و فضل سے نواز فرمادیتا ہے۔“

”رزق المہتمم“ میں ہے ابن حجر مکی سے ”پوچھا گیا کہ اگر کسی نے پورے اہل قبرستان کے لئے فاتحہ پڑھی تو کیا اس کا ثواب ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا یا ان میں سے ہر شخص کو اس کا پورا پورا ثواب ملے گا۔“ قرآنہوں نے جواب دیا کہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے پورا پورا ثواب ملنے پر فتویٰ دیا ہے اور یہی اللہ کے وسیع فضل و کرم کے لائق بھی ہے۔

”مطالب المؤمنین“ میں ہے گلاب اور دوسرے پھولوں کی قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔

سنے اس کی اصل یہ حدیث ہے ”حضرت علی علیہ السلام دو قبروں سے گزرے اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی جڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ ایک پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔ دوسرا چٹائی کا آٹا پھر کھجور کی ایک گیلی شائع لی اور اسے آگ سے آگھڑا اور دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔“

لوگوں نے پوچھا حضور نے ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ سوکھیں گی انہیں ان کے عذاب میں تخفیف ہے گی۔ (بخاری و مسلم بخاری ص ۲۲۰)۔ اسی حدیث کے پیش نظر حضرت بڑا عالمی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر کھجور کی شاخیں رکھی جائیں۔ (بخاری ص ۲۲۰) اسی حدیث میں شیخ محقق دہلوی لکھتے ہیں اسی حدیث سے سبزو از گلاب اور دوسرے پھولوں کے قبروں پر رکھنے کے اہتمام پر اسے مال لیا گیا ہے۔ (ص ۲۲۰) — اور عالمی قاری نے اس حدیث کے تحت ”

ہاں اے سو پڑا“

کیونکہ جب تک پھول تر ہیں گے۔ قیام کرتے رہیں گے اور میت کو ان کی قیام سے اُنس حاصل ہوگا۔
اور اگر پھول کی قیامت کا صدقہ کر دیا جائے تو اور بہتر ہے (مجمع البرکات)
”مطالب الزینین“ میں مرقوم ہے۔ زائر اپنا داہنا ہاتھ میت کی قبر پر رکھے اور
یہ دُعا کرے،

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ فِرَاقَهُ قَدْ
اِفْتَقَرَ الْيَتَامَ | اے اللہ۔ تو بخش دے اس لئے کہ وہ
تیرا ہی محتاج ہے۔

”قیفہ“ میں ہے کہ اچھے کا قبر پر رکھنا زہم سنت جلتے ہیں اور نہ مستحب اور نہ ہی
اس میں کوئی حرج سمجھتے ہیں۔ جارا اللہ سے منقول ہے کہ منگو کے شاخ اس کا انکار کرتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے اور ”احیاء العلوم“ میں ہے کہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے
اور شرف الامۃ نے کہا ہے کہ یہ بدعت ہے۔ (مجمع البرکات)

قبرستان میں نامناسب اُمور | قبر کے پاس وہ تمام اُمور جو سنت سے
ثابت نہیں مکر وہ ہیں۔ قبر کی زیارت اور

اس کے پاس کھڑے ہو کر دُعا کرنا صرف سنت سے ثابت ہے۔ (البحر الرائق) ہاں دُعا
سے مراد وہ تمام ذکر خیر ہیں جو زائر اور اہل قبر کے لئے نفع بخش ہوں۔

۴ ”مرقات“ میں لکھا ہے کہ علماء نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید
پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کعبہ کی شاخ کی قیام سے افضل ہے۔ علامہ طحاوی
”ماشیر مرقی الفلاح“ میں شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ متاخرین اگر احناف نے قرئی ویاسہ
کہ قبروں پر پھول کعبہ کی شاخ رکھنے کا جو رواج ہے اس کا سنت ہو نا اسی حدیث سے ثابت ہے اور
جب شاخ کی قیام سے میت کے عذاب میں تخفیف مترق ہے تو قرآن کی تلاوت خیر و برکت میں کہیں
(زیادہ ذمہ کر ہے (مشۃ) اسی کے قریب قریب شامی جلد اول میں بھی ہے۔) (مترجم)

زمانہ جاہلیت کے لوگ قبر کے پاس گائے یا بکری ذبح کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ ارشاد ہے: —————

لا تعرفی الاسلام (ابوداؤد) | (قبر کے پاس) ذبح کرنا اسلام میں نہیں۔
قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ ابو داؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: —————

لا تجلسوا علی القبر | تم قبروں پر نہ بیٹھو۔
ایک دوسری حدیث ہے: —————

لان یجلس احدکم علی | یقیناً تم میں سے کسی کا ایسے انگڑے پر
جسرة نشرق شیاہ فتملص | بیٹھنا جو اس کے کپڑے جلانے پھر اس کی
المجلدہ خیر له من ان یجلس | جلد تک پہنچ جانے یہ کسی مسلمان کی قبر پر
علی قبورہ۔ (رواہ مسلم) | بیٹھنے سے بہتر ہے۔

امام مالک اور طحاوی نے فرمایا ہے کہ قبر پر جو بیٹھنا ممنوع ہے اس سے مراد فضائے حاجت پیشاب و پاخانہ کے لئے بیٹھنا ہے۔ (شرح النکاح)
اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے بیٹھنا منع میں داخل نہیں۔ طحاوی نے لکھا ہے کہ
امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے۔
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے (معانی الآثار از طحاوی)

۱۔ ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ صاحب قبر اپنی زندگی میں مہمانوں کے لئے جانور ذبح کرتا تھا تو ہم اس کے بدلے میں قبر پر جانور ذبح کر کے کھاتیں۔ (نصاب)
ان کا مقصد ایصال ثواب نہیں ہوتا تھا بلکہ صرف نام آوری اور اشتہار۔ لیکن اگر کوئی ایصال ثواب کے لئے جانور ذبح کرے وہ ممانعت میں داخل نہیں۔ (مترجم)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے "موطا" میں روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبروں سے تکیہ لگاتے اور ان پر لیٹتے تھے۔ بطحاوی نے "ماشیرا فی الفلاح" میں بھی یہی لکھا ہے۔
 "نور الایضاح" میں ہے کہ قبر پر بلا مقصد بیٹھنا مکروہ ہے۔ اگر پڑھنے کے مقصد سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (رد المحتار)

قبر پر نماز پڑھنا یا اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حدیث میں اس سے روکا گیا ہے۔ (رد المحتار)

الرواد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ	اللَّهِ تَعَالَى يَهُودٌ كَمَا رُؤِيَ لَهُمْ فِي
أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.	أَنْبِيَائِهِمْ قُبُورٌ كَمَا مَسَجِدٌ بَنِي.

یعنی نماز کا قبو بنایا جن کی طرف وہ نماز میں رخ کرتے تھے یا ان قبروں پر مسجدیں بنائیں جن میں وہ نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الورد)

لیکن کسی نبی یا ولی کے مزار کے قریب مسجد بنانا لمس مسجد میں مزار کے قریب نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ نماز سے قبر کی تعظیم اور نماز میں قبر کی طرف رخ نہ ہو۔ بلکہ مقصود یہ ہو کہ صاحب قبر سے مدد حاصل ہو ان کی روح پاک کی برکت سے عبادت کی تکمیل ہو۔
 شرح مشکوٰۃ از شیخ محمد ثعلبی

قبر پر نیک لگانا مکروہ ہے۔ (مطالب المؤمنین)

لاعل قاری نے "مولیٰ امام محمد" کی شرح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک قبر پر نیک لگائے دیکھا تو فرمایا تم صاحب قبر کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (نہایہ)

قبر پر سونا مکروہ ہے۔ (الاختیار شرح المحتار)

قبر کے پاس سونا اور اس پر پیشاب و پاشنا مکروہ ہے (شرح نقایہ، علامہ ترمذی)

بلکہ اس کے قریب بھی یہ سب کرنا مکروہ ہے (مراقی الفلاح)
 قبر کا جوتے یا پاؤں سے پا مال کرنا مکروہ ہے۔ (مطالب المؤمنین)
 اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ جس شخص کے اعزہ و اقارب کے اس پاس بہت سے
 لوگ مدفون ہوں اس کو ان کی قبروں کو پا مال کر کے اپنے عزیز کی قبر تک نہ جانا چاہیے۔
 ”خزانة القادی“ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قبر پر ہر کسی ضرورت
 پہنچانیں جاسکتا۔ اور قبر کی زیارت دور ہی سے کی جائے گی۔ (رد المحتار)

طحاوی نے ”ما شیئہ مراقی الفلاح“ میں شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ قبر پر ریت
 دفن کرنے کے لئے یا کسی اور ضرورت کے پیش نظر چلنا مکروہ نہیں۔ ”السراج“ میں ہے کہ
 اس راستہ کے جو قبر پر ہو کر گزرتا ہے اگر کوئی راستہ نہ ہو تو ضرورتاً اس راستہ پر چلنا جائز ہے۔
 بعض نے یہ بھی کہا ہے اگر کوئی شخص اہل قبور کے لئے قرآن پڑھتا ہوا، قیام کرتا ہو یا ان کے
 لئے دعا کرتا ہو قبروں پر چلے تو اس میں کوئی حرج نہ۔ (فتنی)

اگر گزرنے والے کو قبرستانوں میں کوئی ایسا راستہ مل گیا ہے جسے وہ مقبرہ کا نیا راستہ
 خیال کر رہا ہو اس کو اس راستہ پر نہ چلنا چاہیے اور اگر اس کے دل میں یہ خیال نہ گزرے تو
 اس پر چلنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

قبرستانوں میں جو تہ نکال کر ننگے پاؤں ہانا مستحب ہے (خزانة الروایات) بعض کا
 خیال ہے کہ قبرستانوں میں جو تہ پہن کر چلنا مکروہ ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ قبرستانوں میں گزرنے
 پہن کر جاتے تھے، اور موزے اور جو تے کا فرق واضح ہے (فتح المنان)

فتاویٰ مالگیری میں ہے۔ قبرستانوں میں جو تہ پہن کر چلنا ہر گز نیک مکروہ
 نہیں۔ ”السراج الراجح“ میں بھی یہی لکھا ہے۔

علامہ قاری نے ”شرح الناسک“ میں لکھا ہے بعض مشائخ کے نزدیک قبرستانوں
 میں ننگے پاؤں چلنا مستحب ہے۔ گو اس سلسلے میں کوئی روایت موجود نہیں۔ بلکہ اس حدیث

سے کہ فرمایا گیا۔ میت لڑگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ لوگ مومنہ جوتے
یہن کہ قبرستان میں جاتے تھے۔

طحاوی نے "معانی الآثار" میں لکھا ہے کہ قبروں پر جوتے پہن کر چلنا بدرجہ اولیٰ مکروہ
برگذا۔ امام ابو حنیفہ اور امام یوسف کا یہی قول ہے۔

طحاوی "شرح السنن" سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ قبر پر ہاتھ رکھنا
مکروہ ہے۔ بخاری کے فقہاء سے منقول ہے کہ قبر پر حاضر ہونے والے کو قبر کا زبور لینا چاہیے
اور نہ چھونا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے۔

زعفرانی نے لکھا ہے کہ زائر اپنے ہاتھ سے نہ قبر چھوئے اور نہ اس کا زبور لے۔ مزید
لکھا ہے کہ یہی طریقہ چلا آ رہا ہے۔ اور عوام جس کے اس وقت مرتکب ہوتے ہیں وہ شرعاً
بدعت سیئہ میں سے ہے۔ "جمع البرکات" میں بھی ہدایہ کی "شرح معنی" سے نقل کرتے
ہوئے یہی لکھا ہے۔

"مطالب التوہین" میں ہے کہ اپنے والدین کی قبروں کا زبور دینے میں کوئی حرج نہیں
اس کی وجہ کفایت الشعبی، میں منقول یہ روایت ہے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جنت کے دروازہ
کی چوکھٹ اور حسین آنکھوں والی حور کا زبور لینے کی قسم کھائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
حکم فرمایا کہ وہ اپنی والدہ کے پاؤں اور اپنے والد کی پیشانی کا زبور لے لے۔ اور مروی ہے کہ
اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے والدین موجود نہ ہوں تو ارشاد فرمایا۔ ان کی
قبر کا زبور لے لو۔ اس نے کہا اگر ان کی قبر کی شناخت مجھ سے نہ ہو سکے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم دو نکیریں کھینچ لو اور یہ نیت کر لو کہ ان میں ایک ماں کی
قبر ہے اور دوسری والد کی قبر۔ اور پھر جوم لو۔ تمہاری قسم نہ ٹوٹے گی۔ (مغفرۃ الذنوب
فی زیارتہ القبور)

شیخ محدث دہلوی - مدارج النبوة - میں رقم طراز ہیں۔

دور برسہ واران قبر والدین روایت فقہی نقل می کنند صحیح آنت کہ لایکوز است۔
والدین کی قبر کا بوسہ لینے کے سلسلے میں لوگ فقہی روایت نقل کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

علامہ قاری نے "شرح عین العلم" میں لکھا ہے۔ قبر، تابوت اور قبر کی دیوار چھوئی نہ جائے۔ اس لئے کہ روضۃ الزرے متعلق اس طرح کے کام سے جب روکا گیا ہے تو عوام کی قبر کے ساتھ یہ بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ اور نہ ہی ان کا بوسہ لیا جائے اس لئے کہ بوسہ چھونے سے بڑھ کر نفل ہے۔ اس طرح اس سے منع بھی بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ بوسہ صرف حجر اسود، انبیاء کرام علیہ السلام اور بزرگوں کے ہاتھوں کا لیا جانا چاہیے۔

"مجمع البرکات" میں ہے کہ زائر کسی بزرگ کی قبر کا تین بار طواف کر سکتا ہے لیکن اس قول کا اعتبار نہیں۔

علامہ قاری "شرح نصاب الناسک" میں لکھا ہے کوئی شخص روضۃ الزر کے گرد طواف نہ کرے۔ کیونکہ طواف کعبہ مکرمہ کی خصوصیات سے ہے اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات کا طواف حرام ہوگا۔

قبروں کا سجدہ کرنا، ان کے لئے جھکن اور ان کے سامنے از روئے تعظیم کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (مجمع البرکات)

لے آداب زیارت کے عنوان میں "رد المحتار" کے حوالہ سے اسی گذارہ قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا سنت ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں کیا کرتے تھے اور یہی امام کتب فقہ میں ہے۔ عراقی الفلاح میں ہے کھڑے ہو کر زیارت قبر کرنا اور وہاں دعا کرنا سنت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف لے جانے کے بعد کیا کرتے تھے م

والسنة زیارتہا قائما والستعلو عندہا
تکاشا کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع

خزانۃ الروایات میں "فتاویٰ کبریٰ" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ قبروں پر آگ
ہوئی گھاس کا نایا اگر تر ہو تو اس کا اکھیرا سکودہ ہے اور اگر خشک ہو تو حرج نہیں اس لئے کہ جب
تک وہ تر رہیں گی تبیح کرتے رہیں گی اور میت کو ان کی تبیح سے انس حاصل ہوتا ہے گا۔
قبروں پر چراغ جلانا کسی ضرورت یا کسی اور نفع کے مقصد ہی سے درست ہے
ورنہ مکروہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے کہ "الاحکام" میں "الحجۃ" سے منقول ہے قبروں پر پڑنے
والنا مکروہ ہے۔

م لمطاردی نے حاشیہ مراتی الفلاح میں احیاء العلوم سے نقل فرمایا ہے۔

المتحجب فی زیارة القبور آن یقف ستدبر القبلة مستقبلاً وجہ المیت	زیارت قبر میں مستحب یہ ہے کہ قبو کی طرف پشت کر کے اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔ مثلاً
---	--

ظاہر ہے کہ یہ کھڑا ہونا بنیت قرین نہیں ہوگا خصوصاً جبکہ قبر کسی نبی یا ولی کی ہو اس لئے کہ بنیت قرین
کھڑے ہونے سے ایمان ہی ضعف ہو جائے گا بلکہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر کھڑا ہونا بنیت تعظیم
ہی ہوگا۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ بنیت تعظیم کھڑے ہو کر زیارت قبر کرنا مکروہ ہے تو انبیاء کرام اور اولیاء عظام
کے مزارات کی زیارت کا مسنون طریقہ کیا ہوگا؟ اس لئے صحیح یہی ہے کہ قبر پر بنیت تعظیم کھڑا ہونا ممنوع نہیں
اور نہ اس میں آفتیٰ کراہت ہے۔ ۱۱

۱۲ شفا قبر سمرہ ہے اس نیت چراغ جلایا کر اسے کوئی پامال نہ کرے یا وہاں زائرین ہیں جو چراغ کی روشنی میں
قارات یا دیگر اورداد پڑھ رہے ہیں یا قبر کسی نبی یا ولی کی ہے اس مقصد سے چراغ جلایا کر لوگ پہنچیں اور فیض
برکت حاصل کریں (المدا یقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ از علامہ عبد الغنی نابلسی)

۱۳ یہ عام مومنین کی قبروں کا حکم ہے۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات پر پڑے اور چادریں ڈالنا مکروہ نہیں۔
لکشف النور عن اصحاب القبور از علامہ نابلسی اور "العقود الدریۃ" از علامہ شامی

جب میت گل کر مٹی ہو جائے تو قبر پر کھیتی اور عمارت بنانا اور اس کے اوپر چلنا جائز ہے۔ (رد المحتار)

علامہ شامی نے شرح کنز سے لاہر ذمیں کیا یہ قول نقل کیا ہے اور اسی کے مقابلہ لکھتے ہیں:

”امدادہ میں فرمایا تا آثر غانیہ میں اس کے خلاف ہے وہ یہ کہ جب میت قبر میں مٹی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں کسی کو دفن کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس کی حرمت و تعظیم اب بھی باقی ہے۔“

قال فی الامدادہ دینا للثمة ما فی التاتارخانیة اذا صار الميت ترابا فی القبر یکره دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیة (رد المحتار ج اول صفحہ ۵۹۷)

اس طرح صاحب ”امداد الفتاح“ علامہ شرنبلال نے اس معارض روایت سے ذمیں کے قول کا رد کر دیا ہے۔

قادیانی مالگیری میں ہے:

قبر پر مکان بنانا یا بیٹھنا یا سونا یا اس کو پامال کرنا مکروہ ہے۔

یکره ان یتبنی علی القبر ویقعد او ینام او یطأ علیہ (رد اول صفحہ ۵۹۷)

خود علامہ شامی حاشیہ در مختار میں اس کی دلیل پیش کرتے ہوئے رقم ہیں:

اس لئے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

لان الميت یتأذى بما یتأذى به الحي۔

ذمیں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کلمہ کی تصریح روایت کی ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ ۴

المیت يؤذيه في قبره ما يؤذيه في بيته۔

”بران شرح مواہب الرحمن“ میں ہے قبر پر زینت کے لئے عمارت بنانا حرام ہے اور بعد دفن قبر کا مستحکم کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ عمارت رہائش کیلئے ہوتی ہے اور قبر ناکاہ ہے

۴ ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

أَذَى الْمُؤْمِنِ فِي مَوْتِهِ كَأَذَى
فِي حَيَاتِهِ۔

مسلمان کو بعد موت ایذا دینا ایسی بات ہے جیسے
زندگی میں اس کو تکلیف پہنچائی۔

اور بلاشبہ پرانے مقبرہ یا قدیم قبر پر مکان بنانا یا کھیتی کرنا باعثِ قرین اور موجبِ ایذا ہے۔
اس لئے جائز نہیں شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح مے ناخوش
میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر مے
از جهت نقصان امانت و استغناء را بوسے
رشته الامعات جلد اول ص ۱۱۹

فایده اول: جگہ اس کی قبر پر تکیہ لگانے
مے اس کی روح ناخوش اور ناراض ہوتی ہے اس
وجہ سے کہ اس میں امانت اور استغناء
کا پہلو ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبر کی امانت و تذلیل ہو سکتی ہے تو اس پر کھیتی کرنا اور مکان بنانے
میں بدرجہ اولیٰ قرین ہوگی۔ فتاویٰ مالگیری کی دوسری جلد میں ہے:

شیل هو (الامام شمس الانہ محمود
الادز جندی) عن المقبرة في القرى
اذا اندرست ولم يبق بها اثر الموت
لا العظم ولا فيه هل يجوز زرعها و
استغلالها قال لا دلها حكم المقبرة
كذا في المحيط (جلد ثانی ص ۱۰۸)

امام شمس الانہ محمود از جندی مے گاؤں کے
قبرستان کے بارے میں پوچھا گیا جب مٹ جائے
اور اس میں مردوں کا اثر باقی نہ رہے نہ ہڈی اور نہ کچھ اور
کیا اس مقبرہ پر کھیتی کرنا اور اس کو کام میں لانا جائز
ہے انہوں نے کہا نہیں اس کا قبرستان ہی کا حکم
ہے محیط میں اسی طرح ہے۔

لے یہ حکم بھی عام مومنین کے لئے ہے اور مقصود جبکہ صرف زینت اور تفاخر جو غرض صحیح ۴

ایسی جگہ دفن کرنا مکروہ نہیں جہاں پہلے سے عمارت بنی ہوئی ہو۔ اس لئے کہ میت کے بغیر حقیقت میں وہ قبر نہیں۔

”در مختار“ میں ہے قبر پر عمارت نہ بنائی جائے۔ اگر زینت کے لئے ہو تو حرام اور اگر دفن کے بعد قبر کی مضبوطی اور پائیداری کے لئے ہو تو مکروہ ہے۔ رہا دفن سے پہلے تو سرسے وہ قبر ہی نہیں۔ (إسداد وزد المختار)

۴۴ کے لئے ارباب عمارت و شایع کے مزارات پر قبے وغیرہ بنانا بلاشبہ جائز ہے۔

”مجمع بحار الانوار“ جلد ثالث ص ۱۱۱ میں ہے (بیشک سلف نے اہل فضل و ارباب اور علماء کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانے کو مباح فرمایا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور عمارت میں آرام پائیں۔

قد أباح السلف البناء على قبور الفضلاء الأولياء والعلماء ليس يورثهم الناس وليست يجرؤ فيه.

جراہم افعال میں ہے :

یہ اگرچہ نئی چیز ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ہیں جو نئی پیدا ہوئیں اور بدعت حسنہ ہیں اور بہت سے احکام زمانے اور جگہ کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔

هو ان كان احداً فهو بدعة حسنة وكم من شئ كان احداً و هو بدعة حسنة وكم من شئ مختلف باختلاف الزمان والمكان

علامہ شامی زاد الخمار میں ایک قول نقل فرماتے ہیں :

قبر پر عمارت بنانا جبکہ صاحب قبر شایع علماء اور سادات سے ہوں مکروہ نہیں۔

لا يكره البناء اذا كان البيت من الشايخ والعلماء والسادات (جلد اول ص ۱۱۱)

شاید یہی اس حدیث کا محل ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر مزارت بنانے سے منع فرمایا ہے (یعنی جبکہ زینت اور استحکام کے لئے ہو دوسرے فوائد کے لئے نہ ہو) شیخ دہلوی نے "مدارج" میں "مطالب المؤمنین" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسلاف نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر قبہ بنانا جائز قرار دیا ہے اس سے زائرین کو آرام ملے گا اور اس کے سائے میں وہ بیٹھیں گے (مفاتیح شرح الصالح) اس کو اسماعیل زاہد نے بھی جو مشہور فقہاء میں ہیں جائز قرار دیا ہے۔

"مجمع الأنهر شرح مفتی الأجور" میں لکھا ہے کہ محمد بن منفیع نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ پڑھائی، چار تکبیریں کہیں ان کو قبہ کی طرف سے داخل کیا اور ان کی قبر پر تین دن تک خیمہ نصب رکھا۔ ظاہر ہے کہ خیمہ کا نصب کرنا تلاوت وغیرہ ہی کے مقصد سے تھا۔ قبر پر کچھ پتھر رکھ دیئے جائیں یا قبر پر کچھ لکھ دیا جائے اس میں بعض کے نزدیک کوئی حرج نہیں (ظہیریہ)

"البحر الرائق" میں ہے کہ حدیث میں کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی پر عمل و اعتماد کرنا چاہیے لیکن "محیط" میں اس کی تفصیل یہ کی گئی ہے۔ اگر لکھنا اس مقصد کے لئے ہے کہ نشان باقی رہے اور قبر کی اہانت نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بلا ضرورت نہ لکھنا چاہیے۔

زیارت قبور کے لئے سفر

زیارت قبور کے لئے سفر کیا مستحب ہے؟

جس طرح خلیل الرحمن علی نبیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور غوث اعظم تید ناد مرشدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی زیارت کے لئے لہذا د کا سفر حضرت شیخ معین الدین چشتی کی زیارت کے لئے اجمیر کا سفر اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کی زیارت کے لئے سفر کا رواج ہے۔ بعض شافعیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے سوا کسی اور کا سفر ممنوع قرار دیا ہے۔

یہ حضرات مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور کے لئے سفر کی جو ممانعت آئی ہے اسی بنا پر زیارت قبور کے سفر کو قیاس کرتے ہیں۔

امام غزالی نے اس رائے کا فرق کی وضاحت کے ساتھ رد کیا ہے۔ اس طرح کہ ان تینوں مسجدوں (مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی) کے علاوہ سب مسجدیں فیصلت میں برابر ہیں۔ اس لئے ان کا سفر کرنا بے فائدہ ہے۔ اولیاء کرام کی بات دیگر ہے وہ اللہ سے قرب اور زائرین کو نفع پہونچانے میں اپنے معارف و اسرار کے اعتبار سے باہمی فرق رکھتے ہیں۔ (رد المحتار)

ابو محمد شافعی، قاضی عیاض مالکی اور قاضی حسین سے نقل کرتے ہیں کہ بزرگوں کی قبروں اور دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت کے ارادے سے سفر کو ناجائز ہے۔ یہ لوگ ظاہر حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نقل کئے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تُشَدُّ الرحالُ إلا إلى ثلاثٍ مَحَلَّةٍ المسجد الحرام ومسجد الرسول ومسجد الاقصی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور کا سفر نہ کیا جائے۔
--	---

حدیث کا لفظ لا تُشَدُّ نہیں کے معنی میں ہے یعنی ان مسجدوں کے علاوہ کسی اور کے لئے رخصت سفر نہ باندھو۔

لیکن اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس مسلک کے باطل ہونے کا قہر قطعی نے شرح بخاری میں اور ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور امام نووی نے اس کے غلط ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔

اور یہ تو ہونا بھی چاہیے اس طرح کہ زیارت قبر کا حکم مطلقاً واقع ہوا ہے اور

رسول فقہ کے مقررہ ضابطہ کے مطابق مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوگا اس لئے زیارت قبور
بجائز ہوگی خواہ قبر قریب ہو یا بعید مسافت سفر کے بقدر ہو یا اس سے کم۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ
فَزُورُهَا فَإِنَّهَا تَزْهِي فِي الدُّنْيَا
وَتُزَكِّي فِي الْآخِرَةِ۔

میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا
مگر اب تم ان کی زیارت کرو اس لئے کہ یہ
”قبریں“ دنیا سے بے رغبت کرتی اور
آخرت کو یاد دلاتی ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”احیاء العلوم“ میں لکھا ہے مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ ”شد
رحال“ سے استدلال کرنے والے انبیاء کرام حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ
علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے کیونکر روکتا ہے اس سے منع کرنا بالکل محال ہے
اور جب انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کی زیارت جائز قرار پائی تو اولیاء، علماء اور بزرگوں
کے مزارات بھی انہیں کے حکم میں ہیں۔

علماء کی زندگی میں جس طرح ان سے ملاقات ایک مستقل مقصد سفر ہوا کرتی ہے اسی
طرح ان کے مزارات کی زیارت بھی ایک مستقل مقصد سفر ہو سکتی ہے اس میں انتہاء نہیں۔
حدیث شد رحال کا جواب ضابطے سے یہ ہے کہ مستثنیٰ اس میں مُفَرَّغ ہے اس میں مستثنیٰ
منہ کی تقدیر لازمی ہے اور وہ مسجد ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى مَسْجِدٍ إِلَّا
إِلَى ثَلَاثَةٍ مَسْجِدٍ۔

تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کا سفر
نہیں کیا جائے گا۔

جمہور محدثین اور بخاری و مسلم کے شارحین جیسے علامہ عینی۔ علامہ قسطلانی۔ حافظ ابن حجر۔
امام نووی۔ نقباء حنفیہ اور شافعیہ نے اس تقدیر کو تسلیم کیا ہے۔

مسجد ہی مستثنیٰ منہ کیوں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ استثنائے مفرغ میں مستثنیٰ منہ کے لئے ضروری ہے کہ مستثنیٰ سے قریب تر اور مناسب ہو۔ قواعد میں تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والا اس قاعدہ سے واقف ہوتا ہے۔

اسی لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع" میں تحریر فرمایا ہے کہ اس عبارت "إِنْ كَانَ فِي الدَّارِ زَيْدٌ فَعَبْدٌ يَحْرُ" میں مستثنیٰ منہ بنو آدم ہوگا۔ گویا کہنے والے نے یہ کہا "إِنْ كَانَ فِي الدَّارِ أَحَدٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ فَكَذَا" یعنی گھر میں بنی آدم میں سے کوئی ہو تو میرا غلام آزاد۔ اس طرح چوپایہ اور اس کے اندر سامان پائے جانے سے اس کا نقل حاشیہ نہ ہوگا۔ فخر الاسلام بزدوی وغیرہ نے اسے نقل کیا ہے۔

امام بخاری نے ایک باب باندھا "فَضْلُ الصَّلَاةِ بِمَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ" اور اس میں یہ حدیث (لَا تَقْضُوا الرِّحَالَ) روایت کی، یہ اس بات کی کامل دلیل ہوگئی کہ ان مساجد شریفہ کے اندر نماز نیت و دوسری مسجدوں کے غیر معمولی فضیلت رکھتی ہے۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ دنیا کی کسی مسجد کا نماز کے چند گونہ ہزار گونہ ثواب کے مقصد سے سفر کرنا خواہ مسجد تبار، مسجد خیف اور وہلی کی مساجد اولیاء ہی کیوں نہ ہوں ممنوع ہے۔ صرف انہیں تینوں مسجدوں کا سفر کیا جاسکتا ہے جس کے بارے میں حدیث وجود ہے اس میں تباس کی گنجائش نہیں۔

یہ حدیث کسی فضیلت والی مسجد مثلاً مسجد تبار وغیرہ کے سفر کی بھی نفی نہیں کرتی۔ بل ان میں عبادت کا چند گونہ ہزار گونہ ثواب نہ ملے گا۔ ورنہ بعض مساجد کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے یہ روایت آگے آرہی ہے کہ مسجد تبار میں دو رکعت کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ بعض کے نزدیک حدیث (مَشْدِ رِحَال) کا مفہوم یہ ہے کہ مساجد شریفہ کے علاوہ کسی اور کا نماز کے ساتھ ارادہ کرنا واجب نہ ہوگا اور نہ نماز منعقد ہوگی اور نہ اس کا پورا کرنا لازم ہوگا۔

اس رائے کا مدار اس پر ہے کہ بعض احادیث بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔ چنانچہ مسند امام احمد میں مسہرے یہ روایت مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب ان کے پاس کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سے رخت سفر باندھنا مناسب نہیں
سوائے مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ اور میری اس
مسجد کے۔

لا یسبغی للمطی ان یشد رحالہ
الی مسجد یتغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام
والمسجد الاقصیٰ ومسجدی هذا۔

یعنی نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے اس حدیث کی سند حسن ہے شمس الدین محمد عبد الرزاق مناوی شافعی نے ”المجامع الصغیر“ کی شرح میں لکھا ہے مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی اور مقصد مثلاً علم یا زیارت کے لئے سفر دراصل کسی جگہ کافر نہیں ہوتا بلکہ صاحب مقام کے لئے ہوتا ہے۔

یعنی بخاری کی شرح میں راقم ہیں، مساجد ثلثہ کے علاوہ طلب علم، تجارت، بزرگوار سے ملاقات، دوسری زیارت گاہوں اور جماعتوں سے ملنے کے لئے سفر کرنا منع میں داخل نہیں۔ ”الجوہر المنظم“ میں لکھا ہے کہ یہ خیال کرنا کہ زیارت صرف قریب کے حق میں باعث خیر و برکت ہے تا بندہ شریعت پر بہتان ہے اس کا اعتبار نہیں۔

آغاز بحث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت

انتباہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عالم میں ہمارے وسیلہ ہیں اور جن دافس کے عامیوں کے شفیع ہیں۔

بلاشبہ انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور کی تشریف آوری سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے جب لغزش سرزد ہوئی انہوں نے یہ دعا فرمائی:

يَا رَبِّ اسْئَلْكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْفِرَ لِي
فَقَالَ لَهُ اللَّهُ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ
إِذْ سَأَلْتَنِي بِحَقِّهِ

اے میرے پروردگار میں تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدد سے مدد و غفران میں سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے تو ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تم نے ان (میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے سوال کیا تو میں نے تجھے بخش دیا۔

حاکم نے یہ حدیث روایت کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کا اخیر حصہ یہ ہے۔ ولسو لا محمد ما خلقتك۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

یہ بھی نئے دلائل میں اور الباقی و طبرانی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ طبرانی کی روایت ص

ابن تیمیہ کا اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کے خرافات سے ہے۔ اسے کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے کہ آپ قیامت کے دن سراپا مدد ہوں گے اور جلد ہی آپ کا رب وہاں اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

السَّادُّ لِيَوْمِ الْحَشْرِ وَلَسَوْفَ يُعْطِيهِ رَبُّهُ هَذَا كَفِيرٍ

يَوْمَ الْهَدْيِ لَا تَنْتَنِي مِنْ شَفَاعَتِهِ

فَإِنِّي مُسَيِّئٌ مُذْنِبٌ ذُو جَرَأَتٍ

اے ہدایت کے نبی آپ مجھے شفاعت میں نہ بھولے گا اس لئے کہ میں خطاکار گنہگار۔ سیہ کار ہوں۔

وَسَيَلْتُنَا الْعُظْمَىٰ إِلَى اللَّهِ أَنْتَ يَا

مَلَاذَ الْوَرَىٰ مِنْ كُلِّ بَادٍ وَخَاضِعٍ

اللہ کی بارگاہ میں حضور ہمارے سب سے بڑے وسیلہ ہیں۔ اے مخلوق کے شہسبزی

۴ میں اسے الفاظ کا اضافہ ہے۔

(اے آدم) وہ تمہاری ذریت کے آخری نبی ہیں۔

وهو آخر الانبياء من ذریتك
(مواہب لدنیہ جلد اول ملاحظہ)

ابن منذر نے بھی یہ روایت نقل کی ہے ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

اے اللہ میں تجھ سے تیرے بند محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبت کے طفیل اور شرف و اعزاز کے توسل سے جو انہیں تیرے برابر میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔

اللهم ان اسئلك بجاہ
محمد عبدك وكرامته
عليك ان تغفر لي خطيئتي

و دیہی انسان کے مادی و ملبی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مشکلات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کے خواستگار ہوئے۔

ترمذی نے عثمان بن عفیف سے روایت کی ہے۔ ایک نابینا صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ دعا فرما دیجئے کہ مجھے عافیت دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو دعا کروں اور اگر تم چاہو تو صبر کرو اور یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ انہوں نے کہا آپ دعا ہی فرما دیجئے۔ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح دُعا کرنے اور یہ دُعا پڑھنے کا حکم دیا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَالْوَجْهَ
اِلَیْكَ بِرَبِّیْكَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلٍ
اَقْبَلْ تَوَجُّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ
فَیْ حَاجَتُنِیْ مِنْكَ لِتُقَضِّیَ
لِیْ اَللّٰهُمَّ تَشَفَّعْهُ
فَیْ

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری
طرف تیرے ہی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے سے متوجہ ہوں (اے جسکے نبی)
میں نے آپ کے واسطے سے اپنی اس ضرورت
میں اپنے رب کی طرف توجہ کی، تاکہ میرے لئے
میری ضرورت پوری کی جائے اے اللہ ان کی
شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ایسا کیا اور ان کی بینائی لوٹ آئی بعض روایتوں
میں نبی الرحمة کے بعد یا محمد کا اضافہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت
کے بعد عالم برزخ میں آپ سے استعانت کے سلسلے میں متعدد روایتیں مکتبہ امامیہ
میں موجود ہیں۔

طبرانی نے "معجم کبیر" میں روایت کی ہے۔ ایک شخص کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
عنہ سے ایک ضرورت تھی۔ اور وہ بار بار حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضرت عثمان

اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ وہ شخص (عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا۔ تم وضو کرو پھر مسجد جاؤ اور اس میں دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر یہ کلمات کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ
اِلَیْكَ بِبَیِّنَاتٍ مُّحَمَّدٍ صَلَّی
اَللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ
بِاَمْرِ اِلٰہِ رَبِّكَ لِیَقْضِیَ حَاجَتِیْ
اَللّٰهُمَّ فَتَوَفَّعْهُ فِیْ۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور
تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے
تیری طرف متوجہ ہوں۔ اے نبی رحمت، یا
رسول اللہ میں آپ کے وسیلے سے آپ کے
رب کی طرف متوجہ ہوں تاکہ وہ میری ضرورت
پوری کرے۔ اے اللہ ان کی شفاعت میرے
حق میں قبول فرما۔

اس شخص نے ایسا ہی کیا پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر
ہوا۔ اور دربان اس کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
کی خدمت میں پہنچا دیا۔ حضرت عثمان نے اس کو اپنے فرش پر بیٹھایا اور اس سے ضرورت
پوچھی اور اس کی ضرورت پوری کی۔ اور فرمایا تمہاری جو بھی ضرورت ہو اس سے مطلع کرو۔
وہ شخص غرش ہو کر آپ کی خدمت سے واپس ہوا۔ اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات
کی اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آپ نے شاید حضرت عثمان بن عفان رضی
اللہ عنہ کی خدمت میں میری ضرورت پیش کر دی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں نے تو ان
سے بات ہی نہیں کی ہے۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ
کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوتے اور انہوں نے اپنی آنکھ کی بینائی کے لئے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کی۔ آپ نے ان کو اسی کا حکم فرمایا جو میں نے تم سے کہا
جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیعہ حاجتیں پوری کرنے کا سامن ہے

اگر کسی کے حاشیہ خیال میں یہ سوال ابھر آئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ مدار جائز نہیں تو اس دعا میں لفظ ”یا محمد“ کیسے آیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لہذا ان کو جائز ہے کہ جیسے چاہیں تصرف فرمائیں آپ کے ساتھ کسی اور کا قیاس کیا نہیں جاسکتا۔ بعض صحابہ کا اپنے غیر کو اس دعا کی تعلیم دینا اس وجہ سے ہے کہ اذکار و اذعیہ کے الفاظ بعینہ ہوتے ہیں جیسے وہ حدیث میں موجود ہوتے ہیں۔ (الجوہر النظم)

قاضی عیاض نے تحریر فرمایا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا ان سے کہا گیا لوگوں میں جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہوں ان کا نام لیجئے آپ کی شکایت دور ہو جائے گی۔ انہوں نے یا محمدؐ کی صدا لگائی۔

آجہ متاخرین میں سے بعض شایخ نے فرمایا ہے کہ ابن السنی نے ”عمل الیوم واللیلۃ“ میں ”باب اذا خدرت رجلك“ کے تحت حضرت البر سعید رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا اچانک ان کا پاؤں سن ہو گیا اور وہ بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے ان سے کہا اپنے محبوب ترین شخص کا نام لیجئے تو انہوں نے یا محمدؐ کہا۔ بس وہ کھڑے ہو گئے اور چل پڑے۔

”ابن السنی“ ہی نے عبد الرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں

(عبد الرحمن بن سعد) نے کہا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا اتنے میں ان کا پاؤں سن ہو گیا۔ میں نے کہا اے البر عبد الرحمن آپ کے پاؤں کو کیا ہو گیا انہوں نے کہا اس کا پٹھ یہاں سے سمٹ گیا ہے میں نے کہا آپ اپنے محبوب ترین شخص کو آواز دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے یا محمدؐ کی آواز لگائی اور پاؤں پھیل کر درست ہو گیا۔

ہیشم بن حبیش سے بھی ابن السنی نے ایک روایت نقل کی ہے۔ ہیشم بن حبیش نے کہا ہم عبد اللہ بن عمر بن ماس کے اہل موجود تھے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا۔ ان سے ایک

شخص نے کہا اپنے محبوب ترین شخص کا نام لیجئے۔ انہوں نے یا محمد کہا۔ بس وہ کھڑے ہو گئے جیسے وہ رسی سے کھول لئے گئے ہوں۔

شیخ الاسلام برہان الدین ابراہیم نے "عُبْدَةُ السَّائِحِينَ بِعُدَّةِ الْحَصَنِ الْحَمِيِّينَ" میں لکھا ہے کہ مجاہد نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک شخص کا پیر بن ہو گیا۔ اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہیں جو سب سے زیادہ محبوب ہوں انہیں یاد کرو۔ اس نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا اور وہ ایسے ہو گیا جیسے رسی سے کھل گیا ہو۔

مجاہد کہتے ہیں اس کی بے حدی جاتی رہی۔

"دلائل الخیرات" میں ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَالْوَحْدَةَ
إِلَيْكَ بِحَبِيبِكَ الْمُصْطَفَى عِنْدَكَ
يَا حَبِيبَنَا يَا مُحَمَّدُ إِنَّا نَسْأَلُ
بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَنَا
عِنْدَ الْمَوْلَى الْعَظِيمِ يَا
نِعْمَ الرَّسُولَ الطَّاهِرَ
اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ لَنَا بِجَاهِهِ
عِنْدَكَ.

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں
تیرے منتخب حبیب کے وسیلے سے میں
تیری طرف متوجہ ہوں اے ہمارے محبوب
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو آپ
کے رب کی جناب میں وسیلہ لاتے ہیں آپ
ہماری عظمت کے پاس ہماری سفارش فرمائیے
اے پاکیزہ بہترین رسول اے اللہ تیری جناب
میں ان کا جو مقام ہے اس کا صدقہ ہمارے
حق میں ان کی سفارش قبول فرما۔

امام ناسی مالکی نے اس کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ امام ترمذی نے اسی مفہوم کی
ایک روایت نقل کی ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ حسن صحیح غریب ہے۔ نسائی
ابن ماجہ۔ طبرانی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور

لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور یہی ہستی نے بھی اس کو
مثنیٰ بن حنیف سے روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہہ ہے۔

”اتنے ائمہ حدیث اس حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں اور پھر دعا کے ان الفاظ پر غور کیجئے

يٰ حَبِيْبُكَ الْمُصْطَفٰى ، يٰ حَبِيْبَنَا ، يٰ مُحَمَّد . نَتَوَسَّلُ بِكَ . فَاشْفَعْ لَنَا
يَا نِعَمَ الرَّسُوْلَ الطَّاهِرَ“

تشہد کا یہ فقرہ بھی اسی قسم سے ہے۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ رَحِمَهُ
اللّٰهُ وَبَرَكَاتُهُ۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کیا گیا ہے جس کا لازم ہے
حقیقت محمدیہ ہر موجود میں جود کر ہے اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے۔

یہ کیفیت حالت نماز میں پُرے طور پر پیدا ہو جاتی ہے اس طرح خطاب کا ماحول بنا
پیدا ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے بعض صوفیاء نے فرمایا
ہے بندہ جب اللہ کی حمد و ثناء سے مشرف ہو گیا پس گویا اسے حرم الہی میں داخل کی اجازت
مل گئی اور اس کی بصیرت روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حبیب کے حرم میں حاضر پایا
اور وہ محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

اور جو بخاری میں حضرت عبداللہ بن سبغہ البصری سے مروی ہے انہوں نے ابن مسعود
رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا ہے کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم اس طرح فرمائی کہ
میرے بتھیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں میں تھی جس طرح وہ مجھے سورۃ قرآن تعلیم فرماتے
تشہد کے الفاظ یہ تھے :

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّكَ وَالطَّيِّبَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ
رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الْقَمَلِ الْعَرِينِ أَشْهَدُ

اِنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ اَنْتَ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ۔

جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما رہے یہ کلمات ہم کہتے رہے پھر جب آپ نے رحلت فرمائی تو ہم نے السلام علی کہا۔ بخاری کے الفاظ میں السلام علی النبی کہنے لگے۔

قسطانی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ نے خطاب ترک کر کے غائب کے لفظ سے آپ کا ذکر کیا۔ اس روایت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خطاب کے لفظ کے ساتھ "السلام علیہا النبی" کہتے تھے پھر جب آپ نے وصال فرمایا تو انہوں نے خطاب ترک کر کے غائب کے لفظ سے ذکر کیا اور کہنے لگے۔ "السلام علی النبی"

لیکن اس روایت میں کلام یہ ہے کہ یہ روایت دوسری تمام روایتوں کے مخالف ہے ان تمام روایتوں میں السلام علی النبی موجود نہیں بلکہ سب میں السلام علیہا النبی کے الفاظ موجود ہیں۔ ساتھ ہی یہ ترمیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے نہیں ہے بلکہ ابن مسعود کا کہنا ہے کہ ہم نے ترمیم کی اور السلام علی النبی کہا۔
 ۱۰۔ راجعاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرنا اور مدد طلب کرنا اس اعتقاد سے کہ نبی صلی اللہ

۱۱۔ لیکن اس اعتقاد کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فضل و کرم سے اپنا نائب اعظم بنایا۔ سارا عالم آپ کے قبضہ و اختیار میں دے دیا۔ اپنی دُنیا کے سارے خزانے کی کنبنیاں آپ کے تصرف میں دے دیں بلا ریب و بلا تکبر جائز و معمول اور تمام امت کا دسترِ قدیم راجعاً ہے۔ بخاری میں ہے،

أَعْطَيْتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ | مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنبنیاں دی گئیں۔
 امام احمد نے اپنی مشن میں، ابن جبرائیل نے اپنی صحیح میں اور ضیاء مقدسی نے صحیح مختار میں

عیدِ رستم نظامِ عالم کی مستقل بلاغات تہ میر کرنے والے ہیں یا ان کو اللہ کی جناب سے اس کے انتظام میں اس طرح کی نیابت حاصل ہے کہ وہ اپنی تدبیروں میں ناب کا محتاج ہے

۴ اور انعم نے ”دلائل النبوة“ میں سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اُدْتِيتُ بِمَقَالِيدِ الدُّنْيَا عَلَى فَرْسٍ اَبْلَقَ جَاءَ نِي جَبْرِيلُ عَلَيْهِ وَطَيْفَةُ مِنْ سُنْدُسٍ	دُنْیَا کی کنیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں حضرت جبریل نے کرکے اس پر نازک ریشم کا زین پوش بافتش و نگار پڑھا۔ مندرجہ بالا امر حدیث کے علاوہ حسب ذیل امر حدیث نے یہ حدیث یا اس کے ہم معنی حدیث اپنی اپنی کتابوں میں روایت کی ہے۔
--	--

الامام سلم فی صحیحہ، البیہقی، الحاکم، ابن سعد، ابویکوبہ ابی شیبہ
الامام الطبرانی فی المعجم الکبیر، العلامة المحقق فی حاشیۃ الجامع الصغیر
الامام جلال الدین سیوطی فی المخصائص الکبری، العلامة المدبغی فی شرح
فتح السبیین لابن حجر العسکری، ابویعلیٰ فی مستندہ، الامام المحافظ ابو زکریا فی
مولدہ، الامام الدارمی فی سننہ، ابن عبد ربہ فی بہجۃ الجماس، العلامة
ابراہیم بن عبد اللہ المدنی الشافعی فی الاکتفاء فی فضل الاربعۃ المختلفۃ،
المحافظ ابوسعید عبد الملک فی شرف النبوة، ابوبکر الشافعی فی الغیلائیات
العلامة الخفافی فی نسیم الریاض، الشیخ المحقق العلامة عبد المحق
الدہلوی فی مدارج النبوة۔

انہیں امام حدیث کی روشنی میں علامہ ابن حجر کی جو ہر منظم میں تحریر فرماتے ہیں۔

هُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيفَةُ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ

يا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کان لاکھ بغیر کسی فرق کے اللہ تعالیٰ کے سمع و بصر کی طرح ہیں۔ یہ بات ہماری گفتگو کے بالکل الگ ہے۔

۳ جیلو ۷۷

اللَّهُ الْأَعْظَمُ جُعِلَ خَزَائِنَ
كَرَمِهِ وَمَوَاسِدَ نِعْمَتِهِ طُوعَ
يَدَيْهِ وَإِرادَتُهُ يُعْطَى مَنْ
يَشَاءُ

اعظم میں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے سبب
خزانے اور اپنی نعمتوں کے کل و ستر خزان حضور
کے دست کرم میں دے دیئے وہ جس کو چاہتے
میں عطا فرماتے ہیں۔

نیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں علامہ خفاجی رقم طراز ہیں۔

إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
حَاكِمَ سِوَاهُ نَهَوْ حَاكِمٍ
غَيْرٍ مُحْكَمٍ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا (منفوق میں)
کوئی حاکم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم کل
میں محکوم نہیں۔

علامہ فاسی مالکی "مطالعہ المسترات شرح دلائل الخیرات" میں رقم ہیں۔

كُلُّ مَا ظَهَرَ فِي الْعَالَمِ إِنَّمَا يُعْطِيهِ
سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الَّذِي بِيَدِهِ مَفَاتِيحُ
فَلَا يَخْرُجُ مِنَ الْخَزَائِنِ
الْإِلَهِيَّةِ شَيْءٌ إِلَّا عَلَى يَدَيْهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جو نعمت دنیا میں کہیں بھی ظاہر ہوتی ہے
وہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرماتے
ہیں آپ ہی کے ہاتھ میں سب کنجیاں ہیں
اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جو چیز بھی نکلتی ہے
وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں
ہی نکلتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "أَشْرَعَةُ السَّعَاتِ" جلد اول ص ۳۹ پر

ربیعہ بن کعب اسلمی کی مشہور حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے اطلاق
بانی مشاہیر

از اطلاق سوال کو فرمودہ "سل" بخبر

اہل سنت کا تقبیہ یہ عقیدہ نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
منلوقات میں سب سے افضل و اشرف ہیں۔

اگر وہ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی اور انہیں کے حضور میں پناہ بھی ہے۔

أَمَّا اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حُبِّهِ وَحُبِّ إِلِهِ وَأَصْحَابِهِ

أَجْمَعِينَ

الامین

میں نے یہ ہے آگے

و تخصیص نہ کر دے مطلقاً جسے خاص معلوم ہی شود
کہ کار بہر بدست ہمت و کرامت اور دست
بہر چہ خواہد باز آن پروردگار خود دہد۔

سے کہ ارشاد فرمایا مانگ اور کسی خاص مطلب
کی تخصیص نہیں فرمائی معلوم ہوتا ہے کہ سب
کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرامت
و ہمت میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے پروردگار
کے اذن سے عطا فرمائیں۔

بیت

لَا تَمُوتُ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَفُتْرَتُهَا
وَمِنْ مَوْلُودِكَ عَلَّمَ اللُّزْجَ وَالْقَلَمَ

بیت

اس لئے کہ حضور کی بخشش سے دنیا و آخرت ہے
اور حضور کے علم سے لوح و قلم کا علم ہے۔

اگر تم دنیا و آخرت کی بھلائی کی آرزو رکھتے ہو
تو ان کی درگاہ میں آؤ اور جو چاہو تمنا کرو۔

اگر غیر بیت دنیا و مقبلی آرزو داری
بدگامش بلو ہر چہ می خواہی تمنا کن

تفصیل کے لئے "الامن والعلى" ملاحظہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ

کے تعظیم

اور ان کی اہانت کرنے والے کا حکم

انتباہ :- واضح رہے کہ وہ تمام مقامات جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، ان کی تعظیم اور ان تمام جگہوں کا احترام جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سکونت پذیر رہے اور ان مقامات کی تقریر جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف لے جانے یا نماز پڑھنے کی عادت کر لی تھی اور ان تمام چیزوں کی تحکیم جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا پہلو سے مس فرمایا ہو یا کسی جگہ کو یہ شہرت حاصل ہو۔ ان سب کی تعظیم و تقریر دراصل ذاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے۔ (شفار و فیروہ)

شیخ دہلوی نے "مدارج النبوة" میں تحریر فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا ذکر، آپ کا نام، آپ کی سیرت، آپ کے حالات، اور آپ کی حدیث کے سننے کے وقت احترام و توقیر کا ملحوظ رکھنا آپ کی خدمت عالیہ میں ادب و احترام ہی کی طرح ہے۔ اہم ہاں کہ رحمۃ اللہ علیہ نے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ کی رحلت کے بعد آپ کی تعظیم و تحکیم آپ کی حیات طیبہ کی تعظیم و تحکیم کی مانند ہے۔

ابراہیم نے فرمایا ہے کہ ہر مومن پر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے پاس ان کا ذکر کیا جائے واجب ہے کہ بغیر غصہ و خشم اور باوقار ہو جائے اور اس میں ایسی

یہ بہت اور ایسا جلال پیدا ہو جائے جو آپ کے حضور میں ہوتا ہے۔

یہ بھی منقول ہے کہ امام دارالہجرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ان کا رنگ بدل جاتا اور ادب سے جھک جاتے یہ وہی امام ہیں جو مدینہ منورہ میں کسی سواری پر سوار نہ ہوتے، فرماتے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میری سواری اس سرزمین کو پامال کرے جس کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں۔

احمد بن نفوس یہ فرماتے تھے ”میں کسی کمان کو ہادھو نہیں چھو سکتا اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں کمان لی ہے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فسوب کنوؤں، مسجداں اور مقامات پر جانا بھی مستحب ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی نماز، قیام اور گزریں اس جگہ کی تلاش و جستجو فرماتے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی یا تشریف رکھی ہو۔ ایک بار ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف رکھی تھی پھر وہ ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے برخلاف جو روایت منقول ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس بار پر ہے کہ ان کا ذوالحجہ مناسک کے سبب باب میں یہی اصول ہے۔

اسی طرح سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حجے والہی کے وقت لوگوں کو ایک مسجد کی طرف تیزی کے ساتھ بٹھتے ہوئے دیکھا۔ تو فرمایا یہ کیا ہو رہا ہے لوگوں نے عرض کی وہ مسجد ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا اسی طرح تم سے پہلے اہل کتاب ہلاک ہوئے۔ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے آثار کو عبادت خانہ بنایا تم میں سے جس شخص کو اس مسجد میں نماز نصیب ہو جائے وہ اس میں نماز پڑھ لے اللہ جسے یہ نصیب نہ ہو وہ گزر جائے۔

کرانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس ناگہرامی کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس کا اندیشہ
ہوا کہ لوگ کہیں انہیں جگہوں میں نماز کا التزام نہ کر لیں۔ اسی طرح اہل علم کے لئے بھی مناسب
ہے کہ جب لوگ پڑھی پابندی کے ساتھ داخل کا التزام کر لیں جس سے وجوب کا شبہ نہ رہے،
تو ان کو کسی کسی وقت چھوڑ دیا کریں۔

آثار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے یہ بھی ہے کہ حدیث پڑھنے والا حدیث پڑھتے وقت
کسی آنے والے کے احترام میں کھڑا نہ ہو۔ یہ خلاف ادب ہے بالخصوص آنے والا اگر ناسق بدعتی ہو۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی کو یہ شرف حاصل رہا کہ وہ اس وقت بھی حدیث بیان فرماتے
رہے جب بچھونے انہیں سترہ بار ڈنگ مارا اور آپ صبر ضبط فرماتے رہے۔ بخینش تک نہیں
کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم کے پیش نظر حدیث کا سلسلہ نہ توڑا۔

عبدالرحمن بن مہدی جب حدیث پڑھتے تو خاموشی کا حکم دیتے اور فرماتے۔

لَا تَشْرُقُوا أَحْصُوا أَلْفَكُمْ فَبَقُوا صَوْتِ النَّبِيِّ ۝	تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔
--	--

تعظیم آثار مقدسہ کی قسم سے ترمذی کی یہ روایت بھی ہے۔ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا
سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مشک
ہوئی مشک کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا۔ میں مشک کے منہ کی طرف بڑھی اور
اس کا منہ کاٹ لیا۔

محدثین اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ کبشہ کے منہ کاٹنے کا مقصد یہ تھا کہ اس
سے برکت حاصل کریں۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک اس حقہ سے لگ گیا تھا۔
بخاری نے ابن سیرین سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے عبیدہ سے کہا کہ
ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مومے مبارک ہے۔ یہ ہمیں حضرت انس یا حضرت
انس کے گھر والوں سے دستیاب ہوا ہے۔ انہوں (عبیدہ) نے فرمایا کہ میرے پاس نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کا ایک مومنے مبارک ہونا میرے نزدیک دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موہائے مبارک تھے۔ ضائع ہونے کے اندیشے سے وہ ان کی نگہداشت فرماتے اور برکت کے لئے وہ ان کا پورا اہتمام کرتے۔

حضرت اسماء بنت البرکة رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبرّ تھا وہ اسے مریضوں کے لئے وصوتیں اور اس کا مسالہ مریضوں کو برائے شفا استعمال کراتیں اور ان کو شفا ملتی۔

حضرت اُمّ عمارہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موہائے مبارک تھے وہ انہیں دھلتیں اور ان کا مسالہ مریضوں کو پلاتیں۔ مریض شفا یاب ہوتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کی بعض چیزیں موجود تھیں۔ ان میں دو موزے، ایک خم دار چادر اور ترکش وغیرہ تھے۔ وہ ان کی پورے اہتمام کے ساتھ نگہداشت فرماتے اور روزانہ ان کی ایک بار زیارت کرتے۔ اور جب کوئی معتدر شخص ان کی خدمت میں آتا تو آپ اس کو دہان لیجاتے جہاں یہ تبرکات تھے اور فرماتے یہ اس ذات کی میراث ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت و محکم سے نوازا ہے۔ (شیخ دہلوی)

آثار مقدسہ کی تنظیم سے ایک پتھر کا چھونا بھی ہے جو مکہ مکرمہ کی گلی ذقاق الحج میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے راستے میں واقع ہے۔ یہ پتھر ایک دلیار میں لگا ہوا ہے اس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کے چھونے سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

ابن عمرؓ کی ہمیشی نے فرمایا ہے کہ اہل مکہ سے تسلسل یہ منقول ہے کہ یہ پتھر وہ ہے جو نبوت سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیا کرتا تھا۔

اس پتھر کے اوپر دو اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

أَنَا الْحَجَرُ الْمُسَلِّمُ كُلَّ حَائِمٍ

عَلَى خَيْرِ التَّوَرَى فَلْيُؤْ بَشَارَةً

میں وہ پتھر ہوں جو ہر وقت مخلوق کے سب سے افضل (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام عرض کرتا رہتا ہوں اس وجہ سے میرے لئے مشورہ ہے۔

وَمِنْ لْتُ فَضِيلَةٍ تَنْ ذِي الْعَالِي

خُصِمْتُ بِهَا وَإِنِّي مِنْ جَعَارَةٍ

اور میں نے بندگیوں والے نبی سے ایسی فضیلت پائی ہے جو صرف میرا حصہ ہے۔ حالانکہ میں ایک پتھر ہوں۔

اسی گل میں اس پتھر کے سامنے کہنی شریف کا نشان ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور اس دیوار پر ٹیک لگائی اور دوبار ابو بکر کہہ کر آواز دی۔

تنبیہ

شہاب الدین نے "شفا" کی شرح میں مواہب لدنیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم چنان پر چلتے تو ان کے قدم مبارک اس میں دھس جاتے۔ یہ حقیقت مشہور اور زمانہ جدید و قدیم دونوں میں زبان زد عام و خاص رہی ہے اور شعراء نے اپنے قصیدوں میں اور بلغار نے اپنی عبارتوں میں اسے بیان کیا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے نشان قدم کا مصیٰ کے پتھر پر باقی رہنا اور پرکھ رایت کی تائید کر رہا ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر پر مارنا اور ضرب کا اثر باقی رہنے کا معجزہ بھی پتھر کے نشان قدم یا پتھر میں پاؤں دھسنے کی پوری تائید کر رہا ہے جسے بخاری نے اس طرح نقل کیا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فصل کرنے کے لئے پانی میں اترے تو جس تپھر پر آپ نے اپنے کپڑے رکھے تھے۔ وہ آپ کے کپڑے لے کر فرار ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عالم جلال میں اس تپھر پر چھ یا سات قرب لگائی جس کا اثر باقی رہ گیا تھا۔ اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ہر نبی کا ہر معجزہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملا ہے۔

زرقانی نے "شرح مواہب" میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے کے مثل جو معجزے ثابت ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ انہیں معجزے کی جنس سے ہوں۔ غیر جنس سے بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اس سے آملی یا مساوی ہوں۔ علمائے اس کی تصریح کی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ تصریح ان لوگوں کے خیال کے متافی نہیں جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مثل معجزے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیم نہیں کرتے۔

اس تصریح اور اس خیال کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔

ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ میر سعدیہ کے صاحبزادے ضرہ نے ان (علیر سعدیہ) سے کہا۔ میرے حمازی بھائی محمد جب اپنے قدموں پر خشک دودی میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اسی لمحہ اور اسی وقت سر سبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اور جب چٹانوں پر پڑتے ہیں تو ان کے قدم پتھانوں میں اس طرح دھس جاتے ہیں جیسے گندے ہوئے آٹے میں۔

علامہ رکن الدین شامی نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے کہ امام برہان الدین ناجی دمشقی نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور شیخ جمال الدین سیوطی نے بھی اپنے فتاویٰ میں مندرجہ بالا روایت کے عدم ثبوت کا یقین ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں اس روایت کی اصل و سند سے واقف نہیں اور نہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ روایت دیکھی ہے۔ ان کے شاگرد ابن مقلبی "المناجیع الصغیر" کی شرح میں انہیں کے نقش قدم پر پڑتے نظر آتے ہیں۔ اور ان کے معاصرین علماء میں شیخ صالح محدث

احمد ترمذی "الجامع الصغیر" کے شارح نے ان کا تقاب کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ سیوطی نے "خصائص صغریٰ" میں خود لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چٹان پر چل دیئے اپنے نشان قدم چھڑ دیئے۔ شیخ دہلوی "مدارج النبوة" میں لکھتے ہیں،

اور لوگ کہتے ہیں کہ پتھر اور لوہا انبیاء کے لئے نرم کر دیا جاتا ہے (چنانچہ) کو مکرور کے جس پہاڑ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت بکریاں چرا رہے تھے اس وقت کے تدبیر شریفین کے نشان لوگ بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم	دیکھو گیند کو سنگ و آہن نرم کر دہ میں شود برائے انبیا و در سکہ معظم ور کو مے کہ آنحضرت وقتی گو سفند چرا میگرد اثر تدبیر شریفین می گویند۔ واللہ اعلم
--	---

شہاب الدین خفاجی نے زشفار کی شرح میں لکھا ہے کہ سیوطی نے اس معجزہ کا انکار نہیں کیا بلکہ ان مخصوص جگہوں کے سلسلے میں جو منقول ہے اس کا انہوں نے انکار کیا ہے۔ (علامہ سیوطی کا خیال ہے کہ لوگوں نے جن جگہوں کے ساتھ معجزہ کا انتساب کیا ہے۔ اس کا اثر نہیں) جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور کی سواری کے کھر کا نشان اور حضور کی کہنی کا نشان ہے۔

امام رازی نے "تفسیر کبیر" میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ مقام ابراہیم چند معجزوں کا پیکر ہے اس طرح کہ ٹھوس پتھر پر قدم کا نشان ایک معجزہ ہے اور قدم کا نشان تک دھس جانا دوسرا معجزہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے صرف اس معجزہ کا معجزہ جاوید ہونا قیسا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاص معجزہ ہے اور پتھر کے بعض ہی حصے کا زم ہونا چر تھا معجزہ ہے اور اس کی ہزاروں سال تک حفاظت یہود و نصاریٰ اور مشرکین و ممدین سے کثیر دشمنوں کے باوجود یہ پانچواں معجزہ ہے جس سے واضح ہو گیا کہ وہ تمام ابراہیم بذات خود بہت سے معجزے ہیں۔ بلاشبہ یہ تفصیل اس کی رہنمائی تو کرتی ہے کہ دیگر

انبیاء کرام کے معجزوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس معجزے کا باقی رہنا یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک خاص معجزہ ہے لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کہ حُوس پتھر پر قدم کے نشان کا ہونا اور اس کا اس پتھر میں ٹخنوں تک دھس جانا اور اس کے بعض ہی حصہ کا نرم ہونا یہ خاص حضرت ابراہیم کا معجزہ ہے (اور اس طرح کا معجزہ کس نبی سے صادر ہی نہ ہوا۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا اور پتھر موم تھے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طرح کے متعدد معجزے رونما ہوئے ہیں)

اِنْتِبَاه

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا عیب بدینی یا تنقیص کی یا ان کو جھٹلایا اس نے بلاشبہ اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس سے اس کی بیوی جدا ہو گئی پھر اگر اس نے قوبہ کر لی تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کیا جائے گا۔ یہی حکم عورت کا بھی ہے۔

ہاں امام انعم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت قتل نہیں کی جائے گی بلکہ اسلام قبول کرنے پر اسے مجبور کیا جائے گا۔ شامی نے "رد المحتار" میں امام ابو یوسف کی کتاب الخراج سے یہ جزیہ نقل کیا ہے جس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ فرار اختیار کیا یا باگے یا شکست کھائی اس نے آپ کی تنقیص کی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معاملے کی پوزیشن خوب سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت و صیانت کا یقین رکھتے تھے۔ (مواعظ لدنیہ)

شیخ بدر الدین زرکش نے نقل بسکی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ نقلی بسکی کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مال و زر کے کبھی محتاج نہ ہوئے اور نہ ہی آپ کا حال محتاج و تنگ دست کا سا حال تھا بلکہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی تھے۔

ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا اگر آپ چاہیں تو مکہ کے پہاڑ سونا بنا دیئے جائیں اور آپ کے تصرف میں آجائیں۔

حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا

الدنيا دارٌ مَن لا دارَ له | دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا پھر کوئی گھر نہیں
 ويجمع المالَ مَنْ لا عقلَ له | اور مال وہ شخص جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں

یہی وہ روایت جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الْفَقْرُ مَغْرِبِيٌّ وَبِى اسْتَخْر | غریبی میرا مغرب ہے اور اے مجھ پر مغرب ہے۔

اس کے بارے میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ یہ روایت باطل اور

موضوع ہے (مواہب لدنیہ)

ابن حجر سے پہلے ابن تیمیہ نے بھی اس کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔ (زرقانی)

اور امام سخاوی نے بھی "المقاصد الحسنیہ" میں لکھا ہے کہ حدیث "الْفَقْرُ مَغْرِبِيٌّ"

وہی اسْتَخْر کے بارے میں ہمارے شیخ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ باطل اور موضوع ہے۔



مدینہ منورہ کی زیارت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ النور کی زیارت

هَيْفًا لَمَنْ زَارَ خَيْرَ الْوُجُوهِ

وَحَظَّ عَنِ السُّقْرِ أَوْ زَارَهَا

مبارک ہو اس شخص کو جس نے غورق کی سب سے افضل ذات کی زیارت کی اور نفس سے اس کے بوجھ اتار دیئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ النور کی زیارت مستحب ہے اور اعمال تقرب میں سب سے عظیم اور ایسی طاعت ہے جس کے ساتھ سب سے زیادہ امید رالبتہ کی جاسکتی ہے ”منع الغفار“ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روضہ النور کی زیارت کی بہت ترغیب دلائی اور اس کے استحباب پر بہت زور دیا۔

قاضی میاض ”شفا“ میں رقم طراز ہیں، روضہ اقدس کی زیارت مسلمانوں کے طریقوں میں ایک طریقہ ہے۔ ابو عمر و نے کہا کہ موسیٰ ناسی ماکی نے فرمایا کہ واجب ہے (مواہب لدنیہ) اس کی تشریح ”نظام الملک“ نے ”سیر الامامین المستبصر“ میں اس کے مؤلف نے یہی ہے یعنی زیارت روضہ اور سنن واجب ہے۔

بعض منا مک ”میں ہے کہ وسعت استقامت رکھنے والے کے لئے یہ قریب بل واجب ہے۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ روضہ النور کی زیارت کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے اور یہ اعمال تقرب سے کوئی عمل نہیں یہ رائے قابل قبول اور ائمہ اربعہ کے اجماع کے

ممانعت ہے۔

اللہ کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ الزور کی زیارت ایک مستقل مقصد ہے اس کی حیثیت ضمنی نہیں بلکہ صرف اس کا ارادہ کیا جائے گا اور اس کے لئے رخصت سفر باندھا جائے گا۔

جس شخص نے محض آپ کے روضہ الزور کا ارادہ کیا کوئی اور مقصد پیش نظر نہ رہا وہ ایک عظیم ترین طاعت و عبادت میں مشغول ہے۔ (کتاب اتفاق الائمہ)

ابن تیمیہ کی یہ رائے بلاشبہ ایسی شفیع ہے جسے بہت سے سمندر بھی وصل نہیں کتے اس سے اس رائے کا صدور کوئی حیرتاک بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس نے جب یہاں تک کہڑ والا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں ہیں اس طرح فرقہ مجرک کا ایک فرد بن گیا۔ بعض انہیں اسباب کے پیش نظر کچھ علماء نے اس کی تکفیر کی ہے۔

شیخ ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں لکھا ہے: میرے نزدیک زیارت روضہ مطہرہ کا خاص ارادہ کرنا ریاء و نمائش اور فخر و مباہات وغیرہ سے نیت کا پاک کرنا بہتر ہے پھر جب وہ مدینہ منورہ پہنچ جائے گا تو مسجد نبوی کی زیارت بھی اسے نصیب ہو جائے گی یا پھر دوسری بار مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس میں مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کر لے اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

"در مختار" میں ہاں یہ ضرور ہے کہ روضہ الزور کی زیارت کے ساتھ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی نیت کرے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسجد نبوی کے اندر ایک نماز دوسری مسجد دل کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے سوائے کعبہ مکرمہ کے۔

لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت بھی ایک اجر کا ثواب ہے اور یہ چھوڑی نہیں جاسکتی۔ اس سے یہاں نہیں کہ روضہ الزور کی زیارت مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کے بغیر درست نہ ہوگی۔

رحمتی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ زائر زیارت روضۃ النور کو حج سے ملحدہ کرتے تاکہ اس کا مقصد سفر صرف زیارت روضۃ النور ہو اور کچھ نہ ہو۔ (رد المحتار)

آپ کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مکہ سے دور ولز ایک دوسری جگہ مدفون ہونے میں شاید یہ حکمت رہی ہو کہ آپ کی زیارت کے لئے جداگانہ سفر کیا جائے اور زیارت روضۃ النور ایک مستقل مقصد سمجھا جائے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر مکہ میں مدفون ہوتے تو آپ کی زیارت کا ارادہ مکہ یا حج کے ارادہ کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت رکھتا اور کوئی مستقل مقصد نہ ہوتا۔

اسی مصلحت کا تقاضہ تھا کہ مکہ مکرمہ سے الگ تھلک ایک خاص جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھیں اور آپ کی زیارت کا ارادہ مستقل ہو اس کی حیثیت ضمنی نہ ہو اور لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے خاص طور پر الگ سے سفر کریں۔ (الجوہر المنظم)

یہ مشہور ہے کہ ہر شخص اسی زمین میں مدفون ہوتا ہے جس سے اس کی تخلیق ہوئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مادہ نافذ زمین کعبہ سے لیا گیا ہے تو کیسے مدینہ میں مدفون ہوئے اس کا جواب ”عارف“ میں یہ دیا گیا ہے کہ مرث جس پانی پہ تھا اور اس میں جب جوش آیا تو اس نے اطراف و جوانب میں جھانک چیکلی۔ یوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مادہ مدینہ طیبہ پہنچا۔

روضۃ النور کی زیارت کے فضائل سے متعلق بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں

ان میں سے بعض پیش کی جا رہی ہیں !

① ابن عدی نے ”الکامل“ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس
لے یقیناً مجھ پر ظلم کیا۔

مَنْ حَجَّ وَكَمْ يَزُورُنِي فَقَدْ
جَفَّانِ۔

الجوہر النظم میں اس کے مصنف نے لکھا ہے کہ حدیث کا محکوم "حج" اولیٰ اہم اور اغلب کی قییم ہے یعنی حج کی قید یہ بتانے کے لئے ہے کہ حج اولیٰ اور اہم ہے۔ ورنہ بغیر حج کے بھی زیارت کی جا سکتی ہے۔

اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ یہ محکوم دوسری روایتوں میں موجود نہیں گو وہ روایتیں ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ زیارت روضہ انور کا متعدد بار کراچ کے متعدد بار کرنے کے ساتھ افضل ہے اور جس نے تعدد حج کے ساتھ تعدد زیارت نہ کی۔ مثلاً اس نے ایک ہی بار زیارت کی تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے جفا کی۔ ہاں اگر جفا سے مراد مجازاً ترک افضل ہو تو جب بھی زائر زیارت ترک کرے گا۔ ایک افضل امر کا تارک ہو گا۔ اب حدیث کے محکومے "فقد جفان" سے ایک بار زیارت کر لینے کے بعد یہ مفہوم ہو گا اگر کسی شخص نے تعدد زیارت نہ کی تو اس نے میرے سلسلے میں غلوں اولیٰ اور افضل امر کا ارتکاب کیا اور یہ حکم بھی اس شخص کے لئے ہے جس نے تعدد زیارت اس سے کسی اہم فعل مشروع کے پیش آ جانے کے سبب ترک نہ کی ہو۔

ورنہ اگر کوئی زیارت سے اہم کام مثلاً پڑھنے پڑھانے کے لئے تعدد زیارت ترک کرے تو اس میں نہ حقیقتاً نہ مجازاً کسی طرح کی جفا نہیں۔

② وار تلقیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ناگزیر ہو گئی۔

"الجوہر النظم" میں لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے اس کے کسی راوی کے سلسلے میں جرح و طعن ناقابل قبول ہو گا۔ اور یہ بھی کہ یہ حدیث منکوحہ ہے اس کا جواب یہ ہو گا کہ ان کے کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس حدیث کا راوی کسی ایک ہو کر رہ گیا ہے

اور ایک راوی پر بھی منکر کا اطلاق کہیں کہیں ہوتا ہے۔

بقول بعض ابن خزیمہ نے بھی یہ حدیث اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونے والے کے لئے اس حدیث میں ایمان پر غائر ہونے کی بشارت موجود ہے۔

بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث میں وہ خاص شفاعت مراد ہے جو بلند درجوں کے حاصل ہونے کا سبب ہوگی ورنہ شفاعت زیارت کرنے والے کے ساتھ خاص تو ہوگی نہیں اور یہ مقام محمود کی شفاعت ہوگی۔ (ماشیر مرقی الفلاح، طحاوی)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کی نسبت جو اپنی طرف فرمائی ہے۔ اس سے شفاعت کی عظمت و اہمیت بتائی مقصود ہے۔ ورنہ فرشتے، انبیاء اور مومنین بھی شفاعت کریں گے۔ زائر کو خاص نسبت حاصل ہو جاتی ہے اس کی شفاعت بذات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ اور شفاعت شافع کی عظمت سے عظیم ہو جاتی ہے۔

(۳) حضرت عاتب بن بلتعہ بدری نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

من زارنی بعد موتی	جس نے میری زیارت میری رحلت
فکأنما زارنی فی حیاتی	کے بعد کی گویا اس نے میری زندگی میں میری
(رواہ البیہقی)	زیارت کی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ زائر کو اس شخص کے مقابلہ میں جس نے آپ کی زیارت نہیں کی ایک گونہ نفیست حاصل ہو جاتی ہے۔

جس طرح آپ کی زندگی میں زیارت کرنے والے کو نسبتاً اس شخص کے جس نے آپ کی زیارت نہ کی ایک گونہ نفیست حاصل ہوئی۔ حدیث کا مفہوم یہ نہیں کہ آپ کے روزہ انور کی زیارت کرنے والا آپ کی ظاہری زندگی میں زیارت کرنے والے کی طرح صوابی ہو جاتا ہے۔

(۴) ابن مسکون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِ	میرے دُنيا سے ملے جانے کے بعد میں
نَكَسْتُهُ زَارِي فِي حَيَاتِي	نے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری
	زندگی میں میری زیارت کی۔

(۵) طبرانی نے معجم کبیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے،

مَنْ جَاءَ فِي زَائِرٍ الْأَتَّحِلَّةِ	جو شخص میری زیارت کے لئے اس طرح
حَاجَةً أَلَا يَزِيَارُ قَبْرِي	آیا کہ میری زیارت کے علاوہ اس کے کرنے
حَقًّا عَلَى أَنْ أَكُونَ	کا کوئی اور واسعہ نہ ہو تو مجھ پر حق ہوگا کہ میں اسکا
لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن شفیع ہوں گا۔

مخبر ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے کہ زیارت زندگی میں ہو یا دُنيا سے تشریف لے جانے کے بعد ہو۔

(۶) عینی وغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

مَنْ زَارَنِي مُتَعَبِّدًا كَانَ	جس نے قصداً میری زیارت کی وہ قیامت
فِي جَوَارِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ	کے دن میری امان و پناہ میں ہوگا۔

قصداً سے مراد یہ ہے کہ زیارت ہی کا ارادہ ہو یہ نہیں کہ زیارت کے علاوہ کوئی اور مقصد ہو اور زیارت کی حیثیت ثانوی اور ضمنی ہو۔

”الجبہر النظم“ میں ہے۔ حدیث میں ایسے ارادے سے اجتناب مقصود ہے جس کا زیارت سے بالکل تعلق نہیں۔ اور جس کا تعلق زیارت سے ہو مثلاً مسجد نبوی میں اعتکاف اور اس میں کثرت عبادت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت، مسجد قبا کی زیارت اور ان کے علاوہ وہ چیزیں بھی جو زائر کے لئے مستحب نہیں ان کا ارادہ ممنوع نہیں۔

⑥ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "موطا" میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے "وہ (ابن عمر) جب سفر کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوتے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھتے اور دُعا کرتے پھر واپس آتے ہوئے آپ کے دونوں رفیق حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں پر آتے اور دونوں حضرات کی خدمت میں سلام پیش کرتے اور دُعا کرتے۔

عبدالرزاق نے بھی یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

⑦ مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے لوگوں سے صلح کا معاہدہ کیا تو آپ کی خدمت میں کعب اجمار حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ مدینہ چلیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کی زیارت کریں اور آپ کی زیارت سے مستمتع ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں (زر قانی)

⑧ ابن مساکر نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جب وہ حضرت بلال (ارض شام کے اپنے گھر پہنچے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے سنا۔ اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کے لئے آؤ۔ وہ ننگین و حزین بیدار ہوئے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ مدینہ کا رخ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہو کر رونے لگے اور اپنا رخسار روضہ انور سے رگڑنے لگے۔ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آگئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے گلے سے لگایا اور ان کو چومنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم آپ کی وہ اذان سنیں جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسجد میں دیا کرتے تھے۔ وہ مسجد کی چمت پر چڑھے اور اپنی پرانی جگہ کھڑے ہو گئے۔ جو نہی انہوں نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی مدینہ لرز اٹھا۔ پھر جب انہوں نے "اشہد ان لا

اللہ الا اللہ کہا اس کا اضطراب اور بڑھ گیا۔ اور جب انہوں نے اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا تو جو ان لوگیاں اپنے پردوں سے باہر نکل آئیں اور لوگ کہہ اٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ زندہ ہو گئے۔ اس دن ایسی گریہ و زاری ہوئی جس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد مدینہ میں کبھی نہ دیکھی جاسکتی تھی۔

انتباہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پتے عاشق تھے "تہذیب التہذیب" میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات بعد عمر رضی اللہ عنہ میں سرزمین شام پر ہوئی۔ امام بخاری کی تحقیق بھی یہی ہے۔

ذہبی نے یحییٰ بن بکیر سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دمشق میں عمواس کے طاعون میں ان کی وفات ہوئی۔ (عمواس ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے۔ ابتدائے اسلام میں یہاں ایک بار زبردست طاعون کی وبا پھیلی تھی)

ابن مندہ "العرفۃ" میں راقم ہیں کہ وہ (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) صیب میں مدفون ہوئے۔

ذہبی نے "تذکرۃ حمیب التہذیب" میں لکھا ہے۔ صحیح تحقیق کے مطابق ان کی وفات دمشق میں ہوئی۔

لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ اذان دیتے وقت میذنہ سے گر کر مدینہ منورہ میں انہوں نے وفات پائی۔ اس کی کوئی روایت مجھے نہ مل سکی۔ ساتھ ہی مدینہ منورہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کا کوئی نشان بھی نہیں۔

شیخ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے زیارت روضۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر مانی تو بلا اختلاف اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔

ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے اگر اس نے زیارت مزار اقدس کی نذر مانی تو اس کے لئے زیارت لازمی ہوگی۔ لیکن ظاہر زیارت کے لئے لزوم کے لئے اتنی استطاعت ہونی چاہئے جو

مذرا مانے ہوئے حج میں مطلوب ہوتی ہے۔ اس شکل میں زیارت کا لازم ہونا مستفہ ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک مذرا مانا ہوتی چیز میں یہ شرط ہے کہ وہ ایسی ہو جس کی جنس شرعاً واجب ہو۔ لیکن یہ شاذ قول ہے۔ اسے کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ ساتھ ہی اگر یہ شرط صحیح بھی ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں یہ شرط پالی جاتی ہے اس طرح کہ آپ کی حیات طیبہ میں آپ کی بارگاہ تک ہجرت کرنا شرعاً واجب تھا۔

(زیارت روضہ اقدس اس ہجرت کی جنس سے ہے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مکرم کی زیارت کی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ (عربی میں "زیارت" کا لفظ مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر اردو میں یہ لفظ مقامات مقدسہ اور مزارات اولیاء کے لئے بولا جاتا ہے اس طرح اردو میں اس کا استعمال بالکل صحیح ہے) ابن رشد نے جو آپ کے معتقدین میں سے ہیں اس کی تشریح یہ کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زیارت زیادہ تر مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رحلت کے بعد ایک کامل زندگی عطا فرمائی ہے۔ اور یہی زندگی اب تک بستر جاری ہے اور ہمیشہ آئندہ بھی رہے گی۔ اور یہ تو کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی شریک ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی حسی غذا سے بے نیاز ہو کر کامل زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور ان کے جسم شریف میں کسی طرح کوئی تبدیلی بھی نہیں آئی ہے اور نہ جسم کے کبھی حصہ کو زمین فکس کی ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی یہی حال ہے۔ ابن ماجہ نے مرثعہ روایت کی ہے:

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے
کہ وہ انبیاء کے جسم کھائے۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ
تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

بیہقی نے البرہانیہ سے روایت کی ہے :

یا شہر زین انبیاء کرام کے گشت (روپوش)
گرا نہیں سکتی اور نہ ہی درندے اسے کا
سکتے ہیں۔

إِنَّ مَحْوَمَ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيهَا
الْأَرْضُ دُمًا لَهَا السَّبَاعُ۔

زر قانی نے مواہب لدنیہ کی شرح میں بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔

”المجہر المنظم“ میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے بقول بعض علماء، مؤذنین
اور شہداء حضرات کا بھی یہی حال ہے۔ البرہیل نے ثلثہ راویوں سے اور بیہقی نے حضرت انس
بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا :

انبیاء زندہ ہیں اپنی اپنی قبروں میں ناز
پرہتے ہیں۔

الانبياء احياء في قبورهم
يُصَلُّونَ۔

(شرح مواہب لدنیہ، زر قانی)

ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لکھا ہے بھی روایت کی ہے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا :

کوئی بھی شخص مجھے سلام کرتا ہے واللہ تعالیٰ
میری روح مجھ تک لڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ
میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

مَا مِنْ أَحَدٍ يَسَلِّمُ عَلَيَّ
إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي
حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

جس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ میری روح مشغول ہوتی ہے اور اسے رب اعلیٰ کی جناب
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شخص مجھے سلام پیش کرتا ہے تو میری روح
اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح روح دلپس کرنے سے کناہتہ توبہ اور التفات
مُراد ہے۔

ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائمی اور ابدی زندگی کے ساتھ زندہ جاوید ہیں اور ایک وقت حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزاروں لاکھوں انسانوں کی طرف توجہ فرمانا کوئی بعید نہیں
شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

كَالشَّمْسِ فِي وَسْطِ السَّمَاءِ وَنُورِهَا

يَفْشِي السَّيْلَةَ مَشَارِقًا وَمَغَارِبًا

آپ آفتاب کی طرح ہیں جو آسمان کے پیچ ہوتا ہے اور اس کی روشنی مشرق و
مغرب کے سارے شہروں کو عادی ہوتی ہے۔

”الجوهر النظم“ میں لکھا ہے مذکورہ بالا حدیث میں روح سے مراد گرائی ہے۔ مجازاً روح
سے گویائی مراد لینے میں معنی حقیقی اور مجازی کے درمیان علاقتہ لازم کا ہے یعنی روح کے لئے
گرایائی غالباً لازم ہوتی ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ روح واپس کرنے سے سرور و شادمانی مراد ہے (اس صورت
میں حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب کوئی مومن مجھے سلام کرتا ہے تو مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے)
حضور کی جگہ کے دوران جب مسجد شریف میں اذان و اقامت اور نماز نہ ہو سکی تھی
اور لوگ مسجد سے باہر تھے اور حضرت سعید بن مسیب مسجد میں اقامت پڑھتے اس وقت
انہوں نے مسجد میں حجر و شریف اور مدفنہ النور کے اندر سے اذان و اقامت تین دن تک سنی تھی۔ یہ
واقعہ مشہور ہے اور یہی کہ ابن خبار و غیرہ نے نقل کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ زیارت کا استعمال امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک ناپسندیدہ ہے جس کی ایک تفصیل وجہ بیان کی جا چکی (ناپسندیدگی کی دوسری وجہ یہ بتائی
گئی ہے کہ زیارت زیادہ تر میت کو نفع پہنچانے کے لئے ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کی یہ شان نہیں بلکہ خود زائر کو اس سے نفع پہنچاتا ہے۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان اعلیٰ اور کہیں زیادہ بلند ہے۔

جمہور کا مذہب متاریہ ہے کہ زیارت کا نفل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکروہ نہیں اور یہ بالکل غلط ہے شیخ دہلوی کا یہی خیال ہے۔ اسی مسئلہ متارک کی تائید امارت مذکورہ کے الفاظ میں کر رہے ہیں۔

حرمین شریفین کی زیارت کرنے والے پر اگر حج فرض ہو تو حج سے ابتداء کرے۔ اس لئے کہ فرض غیر فرض پر مقدم ہوتا ہے۔ اور اگر اس نے مدینہ منورہ سے زیارت شروع کی تو یہ بھی جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفل کا فرض پر مقدم کرنا جبکہ فرض کے وقت ہونے کا خوف نہ ہو جائز ہے۔ (شرح الناسک) — اگر حج نفل ہو تو زیارت روضۃ النور اور حج میں سے جس سے زائر چاہے ابتداء کر لے۔

حج نفل کی صورت میں اسے اختیار ہوگا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے اس کا گور نہ ہو کیونکہ وہاں سے گزرنے کی صورت میں بہر حال روضۃ النور کی زیارت سے ابتدا ناگزیر ہوگی۔ یعنی زائر کو اختیار اس وقت ہوگا جب مدینہ طیبہ اس کے راستے میں نہ ہو اور روضۃ النور سے اسے گور نہ ہو۔ اور اگر اس کا گور مدینہ سے ہو۔ بیسے شام کے لوگ تو اسے قطعاً زیارت نہیں ہی سے ابتداء کرنی ہوگی۔ اس لئے کہ زیارت کا اس کے قرب کے باوجود ترک کرنا بدعتی اور قسارت کل دیں ہے۔

اس صورت میں زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وسید بنے گی اور نماز فرض سے پہلے کی سنتوں کے قائم مقام ہوگی۔ (رد المحتار)

جب زائر حسن نیت اور صدق قلب کے ساتھ زیارت کا ارادہ کرے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرے اس لئے کہ یہ عمل دنیا و آخرت کی کامرانی کا سبب ہے۔ اور اس سے قبول زیارت کی امید ہوتی ہے۔

مستحسن یہ ہے کہ درود بلا آواز پڑھے۔ اس لئے کہ یہ طریقہ زیادہ سے پاک تر ہے اور اگر آواز سے پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن بہت تیز آواز کے ساتھ نہ پڑھنا چاہیے (وسائل الارکان)

ایک قول یہ ہے کہ زور سے پڑھنے میں زیادہ خشوع و خضوع پیدا ہو تو زائر کے لئے یہی افضل ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ طریقہ دیر سے پاک اور کسی سونے والے یا نماز پڑھنے والے کے لئے منحل نہ ہو اور جب جبل مغرب سے قریب پہنچے تو اس کے لئے تسنن ہے کہ مدینہ منورہ کا نظارہ کرنے کے لئے اس پر چڑھے۔

کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے :

قُرْبُ الدِّيَارِ يَزِيدُ شَوْقَ نَوَالِهِ

لَا سِيَّامَاتٍ لَّا حَ نَوْرُ جَبَالِهِ

دیار حبیب کا قرب اس کے زائشات کے اشتیاق میں اضافہ کر دیتا ہے بالخصوص حبیب کے جمال کے نور کی اگر جھلک دکھ جائے۔

شیخ دہلوی نے لکھا ہے اگر لوگ اس پڑھنے کو سنت سمجھیں تو ان کے لئے نہ چڑھنا ہی افضل ہے۔ اور حب زار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کنوؤں کے قریب ذوالحلیفہ کی مسجد میں پہنچے اور اسے اپنے جان و مال کا خطرہ نہ ہو تو اس میں در رکعت نماز ادا کرے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ سے واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کی شگلاخ زمین پر اپنی سواری بیٹھتے اور نماز ادا فرماتے۔ (الجوہر النظم)

زائر حبیب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ جائے تو اپنے اندر زیادہ سے زیادہ خشوع و خضوع اور شوق پیدا کرے۔ اپنی سواری کی رفتار بڑھائے اور اگر پا پیادہ ہو تو تیز چلے۔ یہ سواری باتیں مدینہ منورہ سے محبت کی علامت ہیں۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

وَمِنْ مَّذْهَبِي حُبُّ الدِّيَارِ لَا هُلَا لَهَا

وَلِلنَّاسِ فِيمَا يُعْشَقُونَ مَذَاهِبٌ

دیار حبیب کی محبت میرا اپنا مذہب ہے اور لوگوں

کے محبت میں مختلف طریقے ہیں۔ (الگ الگ مزاج الگ معشوق رکھتے ہیں
لیکن میرا معشوق تو منزل حبیب ہے)

ہماری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینے کی دیواریں نظر آنے لگتیں تو اپنی اونٹنی کو دوڑاتے اور
اگر بھی اور سواری پر ہوتے تو اسے بھی محبت مدینہ کی وجہ سے تیز کر دیتے۔
زائر زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرنے کی کوشش کرے۔

بعض آثار میں آیا ہے کہ عازم زیارت جب مدینہ منورہ سے قریب پہنچ جاتا ہے
تو فرشتے رحمت کے ہدایوں اور طرح طرح کی بشارتوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔
کس نے کیا خوب کہا ہے،

بِطَيْبِ رَسُولِ اللَّهِ طَابَ نَيْمُهَا

فَمَا السَّعَادَةُ وَالْكَافُورُ وَالسُّدُورُ الطَّيِّبُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے نسیم مدینہ خوشبودار ہو گئی ہے مشک
کیا ہے۔ کافور کیا اور عذرا کیا ہے۔ (نسیم مدینہ کے سامنے یہ سب پہنچ ہیں)

مدینہ منورہ کی عمارتوں اور اس کے درختوں پر جب اس کی نظر پڑے تو درود و سلام
میں اور اضافہ کر دے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے کہ وہ اس زیارت کے طفیل اسے روزوں جہاں
میں نفع و رحمت فرمائے اور یہ دعا بھی پڑھے۔

اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے۔ اس
لئے تو اس کو میرے لئے جہنم سے بچاؤ گا
سامان اور عذاب اور بُرے حساب سے
امان کا ذریعہ بنا دے۔

اَللّٰهُمَّ هَذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ
فَاَجْعَلْهُ رِقَابَةً مِّنَ النَّارِ
وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَ
سُورَةِ الْحِسَابِ۔

مدینہ میں داخلہ سے قبل کی ہدایات یہ ہیں: مسواک کرنا۔ غسل کرنا یا وضو کرنا۔ غسل بغل

ہے اور اگر یہ داخل ہوئے قبل میسر نہ ہو سکے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہونے سے قبل ہی کر لینا چاہیے۔ اور اپنی حیثیت کے مطابق سب سے عمدہ کپڑے پہن لینا کپڑا افضل ہے اور سفید زیادہ بہتر ہے۔ اور خوشبو لگانا۔ (والاقتیار)

اور احرام باندھتے وقت جن ناپسندیدہ چیزوں کا جسم سے دور کرنا ضروری ہے مثلاً
موتے بغل اور موتے زیر ناف اور ناخن وغیرہ ان سب کا دور کرنا۔ (البوہر المنظم)
بعض جاہل عوام احرام کا لباس پہنتے ہیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ احرام کا لباس حرم مکہ کی خصوصیات سے ہے۔ (شیخ دہلوی)

مدینہ منورہ پر نظر پڑتے ہی لوگ جو اپنی سواریوں سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چلنے لگتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ آدلی اور افضل ہے۔ (البوہر المنظم) میں لکھا ہے بہتر یہ ہے کہ جب زائر سواری سے اتر پڑے اور اس کو قدرت ہو اور پاؤں نہیں ہونے کا خوف نہ ہو تو ننگے پاؤں چلے اور اگر ہو سکے تو مسجد تک لیں ہی جائے۔
کسی نے کیا خوب کہا ہے :

الْبَشِيرُ نَقَدَ حَصَلَ الشَّفَى وَقَدْ انْقَضَى

زَمَنُ الْجَفَا وَالْوَقْتُ وَفَتْ طَيِّبٌ

شار ہو جاؤ آرزوئیں پُری ہو چکیں سختی کے دی ختم ہو گئے۔ اب تو
خوشگوار وقت ہے۔

”مواہب“ میں لکھا ہے۔ جب عبیدہ بن القیس کے وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی کے ساتھ اپنی سواریوں سے کود پڑے اور اپنی سواریاں بیٹھائے بغیر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیزی سے بڑھے اور آپ کے پائے اقدس کا بوسہ لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا اور ان کے سردار اشج نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ غصہ کیا۔ نہایت عمدہ کپڑے پہنے۔ بخندگی اور وقار کے ساتھ مسجد کی طرف چلے۔ مسجد شریف

میں داخل ہوئے۔ دو رکعت نماز ادا کی اور دُعا کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ اپنہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں بنیگی اور اطمینان (مسلم و ترمذی) شیخ و بڑی) پھر زائر مدینہ منورہ میں داخل ہو۔ داخلہ کے وقت بسم اللہ کے بعد یہ آیت پڑھے

رَبِّ اَوْحِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ

لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

پھر یہ ورد پڑھے :

اے اللہ ہمارے آقا محمد اور ہمارے آقا محمد کی
آل پر ورد نازل فرما اور میرے لئے میرے
گنا بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت
اور فضل کے دروازے کھول دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ
اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَاَنْتَعِزُّ لِيْ
اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ

یہ دُعا پڑھنا بھی مقبول ہے :

اے اللہ میرے لئے اپنے رحمت کے
دروازے کھول دے اور مجھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے وہ حقہ
مرحمت فرما جو کرنے اپنے ولیوں اور
اعانت شعاروں کو دیئے ہیں اور مجھے
بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بہترین مسؤل
تو رہی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَعِزُّ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ
وَاَرْزُقْنِيْ مِنْ رِزْقِكَ رَسُوْلُ
اَللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
رَزَقْتَ اَوْلِيَائِكَ وَاَهْلًا
طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَاَرْحَمِنِ
يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دُعا بھی پڑھنی چاہیے :

اے اللہ یہ تیرے رسول کا حرم ہے تو اس
کو میرے لئے جہنم سے حفاظت کا سامان اور

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ
فَاَجْعَلْ لِيْ وَقَايَةً مِنَ النَّارِ

عذاب اور بُرے حساب سے امان کا
ذریعہ بنائے۔

وَأَمَّا نِصَبُ الْعَذَابِ وَنُصُوبِ
الْحِسَابِ۔

داخل ہونے کے وقت زائر کو ظاہر و باطن دونوں حیثیتوں سے خاشع و خاضع رہنا چاہیے
اور اپنے سینے میں مبارک مقام کی عظمت رکھنی چاہیے اور یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ یہ وہی
مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے لئے مقرب فرمایا ہے۔
اور جب چلے تو اس عظیم تصور کو اپنے قلب میں جمائے ہوئے ہو کہ میرے پاؤں جس
جگہ پر رہے ہیں قدم ناز مصطفیٰ یہاں پر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ
منورہ کے راستوں میں اور باسواری نہ کرتے۔

مسجد سے بلا کسی اہم ضرورت مثلاً مال و زن کی حفاظت وغیرہ کے کہیں اور نہ جائے
اور توں کو رات میں روئے اللہ کی زیارت کرنا زیادہ بہتر ہے (شرح الناسک)
اور زائر جب مسجد نبوی میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو باب جبریل سے داخل
ہو۔ اسی دروازہ سے داخل ہونا افضل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازہ سے داخل
ہوتے تھے۔ (جمال طبری وغیرہ)

پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ دعا پڑھے،

اے اللہ ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
پر اُدھارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی آل و اصحاب پر درود نازل فرما۔ اے
اللہ میرے لئے میرے گناہ بخش دے اور
میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے
کھول دے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَصَلِّ اللَّهُمَّ
اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ
لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

(فتح القدیر)

مسجد مال میں داخل ہونے سے قبل کچھ صدقہ کرنا مستحب ہے۔ اور صدقہ کا مال

اہل مدینہ کو دینا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کا
اعزاز حاصل ہے۔ (المجوہر المنظم)

آداب سے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے وقت دروازہ پر
تھوڑا سا ٹھہر جائے پانی پیئے پیئے داغے کی اجازت لے رہا ہو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ اس کی
کوئی اصل نہیں اور حال و آداب کے مناسب بھی نہیں۔

زار مسجد شریف میں نہایت خضوع و خشوع کے عالم میں اطمینان و وقار کے ساتھ داخل
ہو اور مسجد کی زینت اور دوسری جاذب چیزوں سے اپنی نگاہ پست رکھے اور اگر کوئی شخص
اس کے پاس آئے تو اس سے چشم پوشی کرے اور اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور جب مسجد عالی
میں داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو اس کو عظمت و نفیست حاصل ہوئی ہے اس
کو پیش نظر رکھے اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی ہدایت اور
تابندہ شریعت کی ظاہری اور باطنی تعلیمات کے ساتھ ان کی تربیت کے لئے اسی مسجد
میں مستقل تشریف رکھتے تھے۔

صحیح حدیث ہے،

جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں
اس طرح پڑھیں کہ اس سے کوئی نماز فوت
نہیں ہوئی اس کے لئے جہنم سے آزاری، عذاب
سے خلاصی اور نفاق سے نجات لکھ
دی گئی۔

مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي
أَرْبَعِينَ صَلَوةً لَا تَقُوتُهُ
صَلَوةً كُتِبَ لَهُ بَرَاءَةٌ
مِنْ الْعَذَابِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ
النِّفَاقِ۔ (المجوہر المنظم)

پھر زار منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو اور اس کے پاس دو رکعت
تہنیت المسجد ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ
افلاس پڑھے۔

اور اگر فرض نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی ہو یا تحیت المسجد میں مشغول ہونے سے فرض کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تحیت المسجد کا پابند نہ رہے گا۔ اور مقصد فرض سے بھی حاصل ہو جائے گا۔

”مواہب“ میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا میں ایک سفر سے واپس ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا کیا تم نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا مسجد جاؤ اور اس میں نماز ادا کرو پھر مجھے سلام عرض کرو۔

زار نماز کے لئے محراب کے کنارے منبر سے متصل کھڑا ہو۔ کھڑے ہونے کی جگہ کی علامت لوگوں نے یہ بتائی ہے کہ منبر شریف کا ستون اس کے دائیں منڈے کے مقابل اس ستون کے سامنے ہو جس کے نیچے صندوق ہے اور مسجد کے قبلہ کی ٹکڑی اس کے نظروں کے سامنے ہو۔ (رسائل الارکان)

لیکن صندوق اور ستون وغیرہ کا یہ تعارف مسجد شریف میں آگ لگنے سے قبل کا ہے اس وقت ان میں کوئی چیز باقی نہیں (منسک کبیر) اس لئے اب کھڑا ہونے والا سنگ مرمر سے آراستہ مقام جو محراب بنی نعلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہے اس کے مغربی جانب کو ترجیح دے۔ اور اگر وہ اس محراب سے اس قدر کچ اور منحرف ہو کہ وہ محراب اس کے بائیں جانب ہو تو بس وہی کھڑے ہونے کی جگہ ہے یہ جگہ روضۃ الزور اور آپ کے منبر شریف کے بیچ میں واقع ہے جسے روضۃ مٹن ریاض الجنۃ جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کیاری فرمایا گیا ہے یہ مقام چوکور حوض کی مانند ہے۔ اس کا طول روضۃ الزور اور منبر شریف کا درمیانی حصہ ہے اس کے عرض کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس کے عرض کی مدد جانب شمال میں ستون حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ستون وفود کی صف ہے بعض نے اس قول کو صحیح بتایا ہے۔ (شرح الناسک)

روئے انار اور منبر شریف کا درمیانی حصہ ساڑھے تریپن ہاتھ کے بعد رہے (فتح القدیر)
اگر وہ اس خاص مقام پر کامیاب نہ ہو سکے تو منبر سے متصل کیاری کے اندر قریبی مقام پر اگر
یہ بھی نہیں تو اس سے قریب مقام پر کھڑا ہو نماز کے بعد اللہ کا سجدہ شکر بکلائے جس نے
اس کو اس عظیم نعمت کی توفیق بخشی ہے۔ (الاختیار)

یہ سجدہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی بنا پر ہوگا۔ ان کے نزدیک ایک سجدہ شکر مشروع
ہے یا اس بنا پر کہ اس وقت سجدہ شکر ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک متفقہ ہے ہاں اس کے
علامہ کسی اور موقع پر سجدہ شکر روا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے (رسائل الارکان)
نماز و سجدہ کے بعد حسب مرضی دعا کرے۔

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ (حضرت ابو ہریرہ) نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْبَرِي عَلَى حَوْضٍ | میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

بعض علماء کی تشریح کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے منبر شریف کے پاس
مستقل اللہ کی مبارک کئی اسے حوض کوثر سے چلایا جائے گا۔

اکثر علماء نے یہ تشریح کی ہے کہ یہ منبر بعینہ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں خطبہ
دیتے تھے اور جس پر یہ ارشاد فرمایا۔ مَنْبَرِي عَلَى حَوْضِي اسی کو اللہ تعالیٰ آپ کے حوض
پر واپس لے جائے گا۔ قاضی عیاض نے اسی تشریح کو ظاہر ترجیحاً بیان کیا ہے اور بعض کا یہ بھی خیال
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کے حوض پر ایک منبر ہوگا۔ (یعنی)

صحیح قول کے مطابق آپ کے منبر شریف کا طول دو ہاتھ، عرض ایک ہاتھ اور اس کی
سیڑھیاں تین اور ہر سیڑھی کا طول ایک باشت تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
عنہ نے سب سے پہلے منبر شریف کو قطبی کپڑے سے ملبوس فرمایا۔

مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مروان کو حکما کہہ

منبر شریف ان کے پاس روانہ کر دے۔ مردان نے اس کو اکھڑنے کا حکم دیا گیا۔ جب اس نے منبر کو اس کی جگہ سے ہلایا۔ سورج میں گہن لگ گیا۔ دُنیا تاریک ہو گئی اس مذہب کو تارے نکل آئے پھر اس نے (مردان نے) تقریر کی اس نے کہا مجھے امیر المؤمنین نے حکم دیا تھا کہ میں اس کو اٹھاؤں پھر اس نے بڑھتی کو ہلایا۔ چھ سیڑھیاں مزید بڑھائیں اور منبر شریف اس پر رکھ دیا اس طرح فریڑھیوں کا منبر ہو گیا) پھر غیفہ مہدی نے اس کی مقدار میں مزید اضافہ کرنا چاہا تو امام ماکہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منع فرمایا۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ منبر امتداد زمانہ کے سبب بوسیدہ ہو گیا تو بعض خلفائے عباسیہ نے نیا منبر بنایا اور منبر شریف سے بغرض تبرک کنگھیاں بنائی گئیں۔

پھر خلفائے عباسیہ کا بنایا ہوا منبر ۶۵۴ھ میں آگ کی نظر ہو گیا اسی طرح آج تک سلاطین و قتلہ کی تو بہ منبر شریف کی تجدید کی طرف ہوتی رہی (جذب القلوب)

بخاری نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

مَابِیْنِ بَیْتِیْ وَ مِنبَرِیْ	میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت
رَوْضَةٌ مِّنْ رَّیَاضِ الْجَنَّةِ	کی کیا لریں میں سے ایک کیا ری ہے۔

زرقانی نے اس کی تشریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں بیتی سے مراد آپ کے گھروں میں ایک گھر ہے سب نہیں یعنی حجرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں روزۃ النور ہے۔ اس لفظ کے ساتھ حدیث بھی موجود ہے۔

طبرانی نے اس واسطے میں یہ روایت نقل کی ہے،

مَابِیْنِ الْمِنْبَرِ وَ بَیْتِ عَائِشَةَ	منبر اور عائشہ کے گھر کا درمیان کا حصہ جنت
رَوْضَةٌ مِّنْ رَّیَاضِ الْجَنَّةِ	کی کیا لریں میں سے ایک کیا ری ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے۔

میرے مجروح اور میری نماز پڑھنے کی جگہ
کے درمیان۔

مَابَيْنَ حُجْرَتِي وَمُصَلَّاتِي

یعنی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی جگہ اور میرے حجرے کے درمیان یہ کیاری واقع ہے۔
بعض نے حدیث کے لفظ "مُصَلَّاتِي" کو عید گاہ پر محمول کیا ہے جو مدینہ منورہ کے شہر پناہ کے
باہر مکہ مکرمہ کے راستے میں واقع ہے۔

بزار اور طبرانی کی روایت میں "بیتي" کی جگہ لفظ "قبري" موجود ہے۔ ماحصل ایک ہی
ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ الفرو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مجروح میں ہے اور یہی
حجرہ ان کا گھر بھی ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس حصہ میں عبادت جنت کے باغ نمک
پہنچاتی ہے۔ (مواعظ لہ زیہ)

لیکن اس میں کام ہے۔ اس لئے کہ اسی جگہ کی یہ خصوصیت تو ہے نہیں۔ حدیث کا مقصد
صرف اس مقام کی عظمت کا اظہار ہے۔ یا یہ مفہوم ہے کہ وہ حصہ رحمت کے نازل ہونے میں
جنت کے باغات میں سے ایک باغ کے مثل ہے یا یہ مطلب کہ وہ حصہ جنت سے کاٹ
کر لایا گیا ہے اگرچہ مجروح وغیرہ سے مانع نہیں۔ کیونکہ یہ دنیاوی اوصاف کا حامل ہو گیا ہے
جیسے حجر اسود۔

یہ بھی جنت کا ایک یا قوت (ایک بہت قیمتی پتھر) ہے۔ بنی آدم کے گناہوں
سے یہ سیاہ ہو گیا ہے ورنہ چمکتا تھا اس طرح ان دو ٹکڑوں میں جنت کے بعینہ اوصاف
نہیں رہ گئے ہیں۔

"لمعات" میں شیخ محقق نے لکھا ہے کہ معتقین کا کہنا ہے کہ یہ ارشاد گرامی
حقیقت پر محمول ہے اس طرح کہ بروز قیامت یہ جگہ بعینہ جنت الفردوس اعلیٰ میں منتقل کر
دی جائے گی اور جنت کی کیاریوں میں ایک کیاری ہو جائے گی۔ دنیا کی اور جگہوں کی طرح یہ
فنا نہ ہوگی۔

یعنی نے کہا ہے کہ بہت سے علماء نے اس حدیث کے ظاہری معنی لئے ہیں اور یہ فرمایا ہے کہ یہ جگہ بعینہ جنت میں لے جالی جائے گی۔ ابن حجر مستطانی اور اکثر محدثین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور ابن فرعون نے بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہی قول نقل کیا ہے۔

پھر زائرِ اُرب سے اُٹھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی طرف متوجہ ہو کر کسی نے کیا خوب کہا ہے:

نَفْسُ الْمَيِّتِ أَوْ يَتَقَبَّرُ أَيْتَ سَاكِنَةٍ

فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجَوْودُ وَالْكَوَمُ

میری جان نثار اس قبر پر جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔ اسی میں پاکبازی بھی ہے اور اسی میں جود و کرم بھی۔

مردی ہے کہ روزانہ فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں۔ روضہ الزور کو گھیرے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود پیش کرتے ہیں۔ یہی سلسلہ شام تک جاری رہتا ہے پھر وہ اوپر واپس چلے جاتے ہیں اور انہیں کی مثل (ستر ہزار) اترتے ہیں اور یہ بھی فجر تک ایسے ہی کرتے ہیں (روضہ الزور کو گھیرے ہوئے درود و سلام میں مشغول رہتے ہیں) اور یہی سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ (بیہقی)

”الجمہور المنظم“ میں مرقوم ہے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ زائر کے لئے بہتر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں کی طرف سے ماضی ہو۔

اس طرح آنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی طرف سے آنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ اُرب ہے۔

لیکن ظاہر اس کے برعکس ہونا چاہیے اس لئے کہ سر مبارک سے شروع کرنے میں

سب سے اشرف پھر اس سے کم اشرف کو مقدم کرنے کی ترتیب ملحوظ ہوتی ہے۔ اس لئے یہی صورت انتہام میں کسی بھی شکل سے زیادہ بہتر بلکہ زیادہ باادب بھی ہے۔

پھر وہ وہاں نماز میں گھڑے ہونے کی طرح گھڑا ہو۔ (الاختیار)
اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے۔ (کرمانی) استقبال قبلہ کئے ہوئے شروع و ختم کے عالم میں ہو۔

”فتح القدیر“ میں ہے کہ زائر جب روضہ مطہرہ پر حاضر ہو تو اس کی دیوار کی طرف اس کا چہرہ اور قبلہ کی طرف اس کی پشت ہو۔ ستون سے چار ہاتھ دور گھڑا ہو یہ ستون روضہ مطہرہ کی دیوار کے گوشہ میں روضہ النور کے سر بلنے واقع ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں (ابن عمر) نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر قبلہ کی طرف سے حاضر ہونا اور اپنی پشت قبلہ کی طرف اور اپنا چہرہ روضہ النور کی طرف کر کے یہ کہنا مسنون ہے۔

اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ اے اللہ کے رسول میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ اِقْبُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّكَ
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

”الجموہر المنظم“ میں ہے۔ زائر جب روضہ النور پر حاضر ہو تو قبلہ کی طرف اس کی پشت ہو اور آپ کے چہرہ مبارک کی طرف اس کا چہرہ ہو۔ اس کی علامت سنہرے پانی چڑھی چاندی کی کیل ہے۔ یہ کیل روضہ النور کی دیوار میں لگے ہوئے ایک سرخ سنگ مرمر کے ٹکڑے میں گڑھی ہوئی ہے۔ یہی کیل آپ کے چہرہ مبارک کے سامنے ہے اس طرح جو شخص بھی اس کیل کے سامنے ہو گا وہ چہرہ مبارک کے بھی سامنے ہو گا۔ اور جب وہ وہاں

کھڑا ہوگا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑا ہوگا۔
اورد اگر وہ بیٹھ جائے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن کھڑا ہونا منقول ہے اور اُدب بھی
اس میں نسبتاً زیادہ ہے۔

اگر وہ بیٹھے تو روزِ زانو بیٹھے یا سرین پر سہارا لے کر بیٹھے اس لئے کہ یہ طریقہ
چہار زانو یا کھجی اور طرح بیٹھے سے نیکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُدب کے زیادہ مناسب
ہے۔ (الموہر المنظم)

روضہ النور سے تین ہاتھ کی دُوری پر رہنا چاہیے جیسا کہ ابن عبد السلام نے بتایا
ہے۔ یا چار ہاتھ کی دُوری پر جیسا کہ نووی کی "ایضاح" میں ہے۔ اس سے زیادہ
قریب نہ ہونا چاہیے۔

زرقانی نے لکھا ہے یہ بات زمانہ اولیٰ کے اعتبار سے تھی لیکن اب تو مرقد النور
پر ایک چوڑا سا حجرہ ہے جو زائر کو قریب ہونے سے خود مانع ہوتا ہے اور زائر اب
جالی کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ بعض نے یہی کہا ہے۔

ابن حجر نے لکھا ہے دُور سے جتنی زیادہ ہوتا ہے زیادہ بہتر ہے۔ اسی میں
زیادہ اُدب ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے زائر روضہ مکرمہ سے اتنا دُور ہے جتنا ان کی حیات طیبہ
میں حاضر ہوتا تو وہ دُور رہتا

جس سے ظاہر ہے کہ یہ دُور ہی اشخاص اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔
"نظام المسئعات" میں لکھا ہے کہ زائر حجرہ شریف سے ایک نیزے کے
بقدر دُور پر کھڑا ہو۔ وہاں کی ظاہری آرائش کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ اس کی نگاہ اس قدر پست ہو
کہ زمین پر یا روضہ النور کے سامنے کی دیوار کے نیچے جتنے پر پڑ رہی ہو۔
روضہ النور کی دیوار پر ہاتھ رکھ۔ چھوٹا اور چوڑا نہ چاہیے۔ اس لئے کہ روضہ النور

کی دیوار پر ہاتھ پھیرنا یا اس کا بوسہ لینا مکروہ ہے جیسا کہ نووی نے لکھا ہے اور نہ اس سے چپکنا چاہیے۔ (شرح الناسک)

”المجوہر المنظم“ میں مرقوم ہے: عیسیٰ اور ہارے ”سرسے آنکھ نے فرمایا ہے۔ پشت و شکم کا روضۃ الزکر دیوار سے لگانا مکروہ ہے، مناسب ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کو گھیرے ہوئے دیوار بھی روضۃ مقدسہ کی دیوار کے حکم میں ہے اور اس سے بھی پشت وغیرہ لگانا مکروہ ہو۔ روضۃ انور کی طرف رخ کر کے سجدہ نہ کرنا چاہیے اور نہ اپنا چہرہ منی سے آلودہ کرنا چاہیے ہاں جس شخص پر وجہ کا غلبہ ہو جائے تو وہ معذور ہے۔

وہد کی مثالیں میں عمدہ سند کے ساتھ مروی یہ روایت ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب شام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ الزکر کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو رونے لگے اور اپنا چہرہ مرتد المہر پر رگونے لگے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی منقول ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتد الزکر سے ایک مشت خاک اٹھائی اور اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور رونے لگیں۔ (المجوہر المنظم)

جالی شریف کا بوسہ لینا چاہیے۔ اسی طرح کے اور کام جسے جاہل ادب جانتے ہیں اور شریعت میں وہ جائز نہیں اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

اگر ان میں سے کوئی فعل کیفیت و جد کے غلبہ اور شوق و محبت کے حادی ہو جانے کے سبب سے سرزد ہو جائے تو معذوری ہے۔ (شیخ وحوی)

نووی نے ”ایضاح“ میں لکھا ہے جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ مسیح وغیرہ کرنے میں بہت برکت ہے یہ اس کی لامعی اور غفلت ہے اس لئے کہ خیر و برکت تو صرف اس میں ہے جو شریعت اور علماء کے ارشادات کے موافق ہو، مسیح مصل کی خلاف ورزی میں ثواب و نفیست کا حصول ممکن نہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ایک شخص کو اپنا ہاتھ روضہ انور پر رکھے ہوئے دیکھا۔ اس سے اس کو منع کیا اور فرمایا ہم اس سے اس حد تک قریب ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کے مزارات کا چھونا اور ان کا بوسہ لینا مکروہ ہے۔ ان زائر پر وجہ و حال کا غلبہ ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ (ابن حجر)

زرتانی نے رمل سے نقل کیا ہے۔ روضہ انور کا بقعہ تبرک بوسہ لینا مکروہ نہیں۔ زودی نے فرمایا ہے اس کی کراہت ہی صحیح ہے۔ علماء نے یہی فرمایا ہے اور اس سے زیادہ تر علماء نے اتفاق کیا ہے۔

کبھی کبھی بعض لوگوں پر شوق و محبت کا ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ ان کی نظروں سے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ان کا عمل ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا اپنے قریب سے مشاہدہ کرتے ہوں۔

اس کی مثال حضرت ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کا روضہ مطہرہ سے پلٹنا ہے یہاں تک کہ مردان نے ان سے ان کی گردن پکڑ کر کہا تھا۔ تمہیں خبر بھی ہے کیا کر رہے ہو وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ میں میں تھمراؤ اینٹ کے پاس نہیں آیا ہوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ (المجوہر المنظم)

زائر روضہ مبارک کے گرد طواف نہ کرے۔ طواف کعبہ مکرمہ کی خصوصیات سے ہے اس لئے انبیاء و اولیاء کے مزارات کے گرد حرام ہو گا۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ زودی نے اس کو اتفاق علماء نقل کیا ہے۔ روضہ انور کے لئے بقدر رکوع جہنم ہی حرام ہے اور صرف سر اور گردن جھکانا مکروہ ہے (ابن حجر)

وہاں کی زمین بھی نہ چڑھنی چاہئے۔ یہ بھی بدعت ہے لیکن ابن حجر نے یہ بھی فرمایا ہے جو شخص اس پر زلیخا میں ہو کہ اس کے حواس و شعور کام نہ کرتے ہوں (وجہ کا غلبہ ہو) اور اس سے اس طرح کا فعل سرزد ہو تو قابل اعتراض بات نہیں۔ روضہ انور کی طرف ہرگز ہرگز غلایا غیر نماز

میں پشت زدن کی چاہیے مگر جب کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار ہی نہ ہو۔

اگر روضہ الزور اور زائر کے درمیان دیوار وغیرہ کا پردہ مائل نہ ہو تو مزار الزور کی طرف رخ کر کے بقصد تبرک یا بقصد تعظیم نماز پڑھنا روا نہیں اور اگر اس نے روضہ الزور کی عبادت کا ارادہ کیا تو کافر ہو گیا۔

حجرہ شریف کے پیچھے نماز مکروہ نہیں جبکہ مزار الزور کی طرف چہرہ کرنا مقصود نہ ہو اور جب بھی روضہ الزور کے مقابل اس کی کسی بھی جانب سے اس کا گزر ہو خواہ مسجد شریف اور دیوار کے باہر ہی سے کیوں نہ ہو وہ کھڑا ہو جائے اور درود و سلام پیش کرے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے بار بار گزر ہو کیا وہ ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے گا۔ انہوں نے فرمایا: ہاں، میرے نزدیک اس پر یہ لازم ہے۔

آپ کے متقدمین میں ابی ریشہ نے اس کی وضاحت یہ کی ہے کہ معنی یہ ہے کہ گزرنے والے پر جب جب گزرے اور جس وقت بھی گزرے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا لازم ہے۔

ابن حجر نے فرمایا ہے ابن رشد کے اس لزوم سے سلام کی تاکید مقصود ہے بعض جاہل عوام بغرض اقرب صیغہ کی کج فہمی میں کھلتے ہیں اور اس کی گنہگار اس میں ڈالتے ہیں یہ فعل بدعت اور ناپسندیدہ ہے۔ (الناک)

بعض نے اس کج فہمی کا صیغہ نام رکھے جانے کی وجہ یہ روایت بتائی ہے جسے مؤید عمومی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے جواب دیا کہ میں ایک دن مدینہ

میں اور اب جب کہ مزار پاک کے ارد گرد دیوار قائم ہے جس پر گنبد چوہا تعمیر کیا گیا ہے تو مزار پاک کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ۱۲

کے کس! ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہاتھ میں۔ ایک لمحہ کے درخت سے بہاؤ گزر ہوا کجور کا درخت جینا یہ محمد اللہ کے رسول ہیں
اور یہ علی سیف اللہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے
اور ان سے فرمایا اس کا نام صیمانی رکھ دو۔ اسی دن سے اس کا نام صیمانی (جینے لگانے والا)
ہو گیا۔

ابن جوزی نے اپنی ”موضوعات“ میں اس سے کچھ مزید تفصیل پر مشتمل یہ حدیث
نقل کی ہے اور اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ (ابن حجر)
اب زائر سراپا مشروع و مشروع بن کہ حضور کی صورت پاک کا تصور باندھے کہ نہ کہ وہ ان
کی بارگاہ میں ہے جو زندہ ہیں اس کا حال جانتے اور اس کا کام سنتے ہیں۔
کثرت گناہ کا احساس ہو اور حضور قلب کے ساتھ متوسط آواز سے یہ کہے اس کا خیال
رکھے کہ آواز بلند نہ ہو اور نہ بالکل پست ہو۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا السَّيِّدُ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے۔

اور ”شفاء“ میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روضۃ مقدسہ پر حاضر
ہوتے تو یہ کہتے: السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ السَّلَامُ عَلَى ابْنِ كَبْرِ السَّلَامُ عَلَى ابْنِ
پھر وہ واپس ہوتے۔

بعض علماء نے یہ طویل سلام پیش کرنا پسند فرمایا ہے۔ اسی پر اکثر حضرات
کامل ہے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ	اے اللہ کے رسول آپ پر سلام۔ اے اللہ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ اللَّهِ	کے نبی آپ پر سلام۔ اے اللہ کے مخلص

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللَّهِ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللَّهِ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَةَ اللَّهِ مِنْ
 جَمِيعِ خَلْقِهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَةَ
 وَلَدِ آدَمَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَةَ
 اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَرَّ الرَّحْمَةِ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْأُمَّةِ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُزْمِلُ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُدَشِّرُ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ
 الطَّيِّبِينَ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللَّهُ
 عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا
 جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَاكَ
 نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهِ وَرَسُولًا عَنْ
 أُمَّتِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ
 قَدْ بَلَغْتَ الرِّسَالَهَ وَأَدَّيْتَ
 الْأَمَانَةَ وَنُسِمْتَ الْأُمَّةَ وَكُنْتَ

آپ پر سلام اے اللہ کی مخلوق میں سب سے
 بہتر آپ پر سلام اے اللہ کی مخلوق میں سب
 سے افضل آپ پر سلام اے نبی آدم کے
 سردار آپ پر سلام اے اللہ کے محبوب
 آپ پر سلام اے رحمت کے نبی آپ پر
 سلام اے امت کی شناعت فرمانے والے
 آپ پر سلام اے رسول کے سردار
 آپ پر سلام اے آخری نبی آپ پر
 سلام اے کسی اور صنیع والے آپ پر
 سلام اے چار پینے والے آپ پر
 سلام آپ پر اور آپ کے پاک اہل بیت
 پر سلام جن سے اللہ تعالیٰ نے گندگی دور
 فرمادی اور انہیں خوب پاک و صاف
 کر دیا۔

اللہ ہماری طرف سے آپ کو بہتر براہِ معاد
 فرمائے جو اس نے کسی نبی کو ان کی قوم کی
 طرف سے معاد فرمایا اور کسی رسول کو ان کی
 امت کی طرف سے رحمت فرمایا میں
 شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
 نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور شہادت
 دیتا ہوں کہ آپ اس کے بندے اور اس

الْغُفَّةَ وَأَوْصَحْتَ الْحُجَّةَ وَجَامَعْتَ
 بَيْنَ سَبِيلِي اللَّهُ وَقَاتَلْتَ عَلَى دِينِ
 اللَّهِ حَتَّى أَتَاكَ الْيَقِينُ يَصَلِّ اللَّهُ
 عَلَى رُوحِكَ وَجَسَدِكَ وَقَبْرِكَ
 صَلَوةً دَائِمَةً إِلَى يَوْمِ التَّوْبَةِ
 يَا رَسُولَ تَحَنُّنٍ وَنُذْرٍ وَرُؤُوفٍ
 قَبْرُكَ جُنَّاتُ مَنْ بَلَغَ شَابِعَتِهِ
 وَنَوَاحِي لَبِيبَةٍ وَتَامِدِينَ قَضَاءِ
 حَقِّكَ وَالنَّظَرِ إِلَى مَا شَرِكَ وَالْيَأْمَنِ
 بِسِرِّيَا رَبِّكَ وَالْإِسْتِثْنَاءِ بِكَ
 إِلَى رَيْتَانِ الْخَطَايَا تَدْقَعَتِ
 ظُهُورُ نَادِ الْأَوْزَارِ قَدْ أَتَمَلَّكَ
 كَوْنُ هَمْلِكُنَا وَأَنْتَ الشَّانِعُ الشُّفْعُ
 السُّوْعُوذُ بِالشُّفْعَا عَمَّوْ
 السَّمَقَامِ الْحَمْمُوذُ وَقَدْ قَالَ
 اللَّهُ تَعَالَى وَلَوْ أَنَّهُمْ إِنظَلَمُوا
 أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا
 اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ
 لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا
 وَقَدْ جُنَّاتُ ظَالِمِينَ
 لَا أَنْفُسًا مُسْتَغْفِرِينَ لَدُنُونَا

کے رسول ہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ رسالت
 آپ نے پہونچا دی امانت آپ نے ادا
 کر دی اور امت کی خیر خواہی فرمائی اور
 غم و اندوہ دور کئے اور جمعیت واضح کر دی
 اور اللہ کے راستے میں جہاد فرمایا اور اللہ کے
 دین کے لئے قتال کیا حتیٰ کہ آپ کا پیغام اہل
 آیا اللہ تعالیٰ آپ کی روح آپ کے جسم اور
 آپ کے مرقہ پر قیامت تک مسلسل اپنی
 رحمتیں نازل فرماتا ہے اے رسول ہم آپ کی
 زیارت کرنے والے آپ کی خدمت میں
 مقاصد کے مافر ہیں آپ کا حق ادا کرنے
 کے ارادہ سے اور آپ کے آثار دیکھنے کے
 لئے اور آپ کی زیارت سے برکت حاصل کرنے
 اور آپ کو اپنے پروردگار کے پاس سفارشی بنانے
 کے ارادے سے آپ کی خدمت میں درواز
 شہروں اور علاقوں سے حاضر ہوئے ہیں بلاشبہ
 گناہوں نے ہماری پشتوں کو توڑ رکھا ہے اور
 بوجھوں نے ہمارے کندھوں کو بوجھ کر رکھا ہے
 آپ ہی وہ شفیع ہیں جن کی شفاعت قبول کی
 جائے گی آپ ہی سے شفاعت اور مقام محمود
 کا وعدہ کیا گیا ہے اللہ کا ارشاد ہے اور اگر

فَاَشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ وَاسْأَلْنِي
 اَنْ يُّسَمِّتَنَا عَلٰى مَسْنِكَ وَاَنْ
 لَا يَجْعَلَ هٰذَا الْاٰخِرَ الْعَهْدِ
 مِنْ قَبْلِكَ وَيَرْزُقْنَا الْعَوْدَ
 اِلَيْهِ وَاَنْ يَّخْشُرَ نَافِي زُرْمَتِكَ
 وَاَنْ يُؤْوِدَنَا حَوْضَكَ وَاَنْ
 يَنْقِيَنَا بِكَاسِكَ عَنْ يَرْخَايَا
 وَلَا نَادِي مِثْلَ الشَّفَاعَةِ
 الشَّفَاعَةِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

وہ آپ کے پاس آتے جب انہوں نے
 اپنی جانوں پر ظلم کئے پھر وہ اللہ سے مغفرت
 چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت
 طلب فرماتے تو وہ یقیناً اللہ کو بہت زیادہ توبہ
 قبول کرنے والا مہربان پاتے ہم اپنی جانوں پر
 ظلم کئے ہوئے اپنی گنہوں سے مغفرت
 چاہتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں آپ ہمارے
 لئے اپنے رب کے پاس شفاعت فرمائیے
 اور اس سے سوال کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی سنت
 پر قائم نصیب کرے اور یہ بھی کہ وہ ہماری
 اس ماضی کو آپ کے رحمۃ الہی کی آخری
 حاضری نہ بنائے اور ہمارے لئے پھر آنا نصیب
 کرے اور ہم کو (بزرگوار) آپ کی جماعت
 میں مبعوث کرے اور ہم کو آپ کے حوض پر
 لائے اور ہم کو آپ کا جام پلائے اس طرح
 کہ ہم رسوا و نادوم نہ ہوں۔

الشفاعة الشفاعة يا رسول الله تین بار کہیے۔

میں ہمارے رب کو اور ہمارے بھائیوں کو جو
 ایمان پر ہم سے پہلے گذر گئے بخش دے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ
 سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ. (الآیۃ)

پہلوی آیت پڑھے۔

یا احکم الغلیق ما من المؤمن ذمیہ

سَوَّاتٍ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ
الْعَسَمِ.

كَاشَا أَنْ يُحْمَرَمَ السَّرَابِجُ
مَحْكَارِمْهُ، أَوْ يَرْجَحَ النِّجَارُ مِنْهُ
غَيْرُ مُحْمَرَمٍ

مادرِ شمعان کے وقت میرا آپ کے سوا کوئی
نہیں جس کی پناہ لوں
یہ لمبید بات ہے کہ امیدوارانِ بکے
الطاف و کرم سے محروم ہو یا ان کا ہمسایہ
بلا اعزاز واپس جو۔

پھر بارگاہِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جنہوں نے سلام پیش کرنے کو کہا ہے۔

زائر ان کا سلام اس طرت پیش کرے
أَلَسَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ قُلَانِ بْنِ قُلَانٍ
آپ کو قُلَانِ بن قُلَانِ کا سلام۔ وہ آپ سے آپ کے رب کے پاس شفاعت کا طالب
ہے آپ اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیے۔ اور اگر سلام عرض کرنے والے کا نام
بھول گیا ہو تو اس طرح کہے۔

أَلَسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَمَّتْ أَوْصَافِي
بِالسَّلَامِ عَلَيْكَ.

آپ کو ان کا سلام جنہوں نے مجھ سے سلام عرض کرنے
کے لئے کہا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سلام پہنچانے کے لئے شام سے مدینہ منورہ تھے
بھیجتے تھے۔ صحیح حدیث بیہقی نے ”شُعَبُ الْإِيمَانِ“ میں روایت کی ہے۔

اس سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ سلام پہنچانے کے لئے کسی کو اجازت پر طے کر
لینا جائز ہے جس شخص کو مذکورہ ہدایات پر عمل کرنے کے لئے رقتِ زل سکے یا اسے یاد کرنے
کی قدرت نہ ہو تو جو ممکن ہو وہی کرے۔ (فتح القدیر)

جب تک حضورِ قلب حاصل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب و تار و دل و دماغ پر
ماوی رہے سلام و دعا میں طولانی بہتر ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو کم پر اکتفا کرنا ہی بہتر

ہے (ابن حجر)

پھر یہ آیت کریمہ شریاکو زائد بار پڑے۔

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی و صل اللہ
علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو
تم بھی ان پر درود اور خوب سلام
پیش کرو۔ (فتح القدیر)

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
عَلَيْكَ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
أَمْسُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا

پھر زاہد اپنے دائیں جانب ایک ہاتھ کے بقدر مڑے تاکہ وہ سینہ ابو بکر رضی اللہ
فہ کے سر مبارک کے سامنے ہو جائے آپ کا سر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے کے
مقابل ہے جیسا کہ بعض کا خیال ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ
پاک کے مقابل ہے۔

وہاں پہنچ کر یہ سلام پیش کرے:

اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلیفہ
آپ پر سلام۔ اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ
وسلم) کے غار کے ساتھی آپ پر سلام۔
اے ان کے سفروں کے رفیق آپ کو سلام۔
اے ان کے اصرار کے امین آپ کو سلام۔
اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے سلام دے
جو اس نے اپنے نبی کی امت کی طرح ہی امام
کو عطا فرمایا۔ اور بلاشبہ آپ نے ان کو
صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت بہترینیاب
کی حیثیت سے انجام دیا اور ان کی

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ
رَسُولِ اللَّهِ، أَسَلَامٌ عَلَيْكَ
يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ فِي الْغَارِ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ
فِي الْأَسْفَارِ السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا أَمِينَهُ عَلَى الْأَصْرَارِ
جَبَرَأِيلُ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا
جَزَى إِمَامًا عَنِ أُمَّتِهِ نَبِيِّهِ
وَمَنْ خَلَفْتَهُ بِأَحْسَنِ خَلْفٍ
وَمَنْ لَكَ طَرِيقُهُ خَيْرٌ مَسَلِكٍ

وَمَا تَلَّكَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدْعِ
وَمَا تَلَّكَ الْإِسْلَامَ وَوَصَلَتْ
الْأَرْحَامَ وَلَسَمَ شَزْلَ لِلْحَقِّ
نَامِرًا لِأَهْلِهِمْ حَتَّى أَتَاكَ
الْيَقِينُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ
اللَّهُمَّ آمِنْنَا عَلَى حُبِّهِ
وَلَا تُخَيِّبْنَا سَعْيَنَا فِي زِيَارَتِهِ
سِرِّ حَمَّتِكَ يَا كَرِيمُ

(الاختیار)

راہ پر آپ بہترین طریقہ کے گامزن ہوئے
اہل بدعت و ارتداد سے آپ نے قتال
فرمایا اور اسلام کو آپ نے پھیلایا اور آپ
نے رشتے جوڑے اور ہمیشہ اہل حق کے
راسطے اہل حق کے لئے آپ مددگار رہے
حق کو آپ کے پاس پیغام اہل آیا آپ
پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں
لے اللہ تبارک و تعالیٰ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ)
کی محبت پر قائم فرما اور اے کریم ان کی زیارت
کے سلسلے میں ہماری کوشش بار آور فرما

اور جو چاہے دُعا کرے۔ پھر ہٹے اور اپنے دائیں طرف چلے (منسک کبیر) بقدر
ایک ہاتھ (فتح القدیر)

اس طرح وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے مقابل ہو جائے گا۔ ان کا حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر سے اتنے ہی ناصے پر ہے جتنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سر
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے۔
پھر زائچہ کے

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُطَهِّرَ
الْإِسْلَامِ السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا كَاسِرَ الْأَصْنَامِ
حَزَّكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ

لے اسام کے منظر آپ کو سلام لے
امیر المؤمنین آپ کو سلام لے بُت شکن
آپ کو سلام اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری
طرف سے بہترین مبارکے بیشک آپ
نے اسلام اور مسلمانوں کو زندگی اور زندگی

الْحُزْنَ آتٍ فَلَقَدْ نَصَرْتُ الْإِسْلَامَ
وَالْمُسْلِمِينَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَكَلَّمْتُ
الْأَيُّتَامَ وَوَصَلْتُ الْأَرْحَامَ وَتَوَلَّيْتُ
بَيْتَ الْإِسْلَامِ وَكُنْتُ لِلْإِسْلَامِ
إِمَامًا مَرْضِيًّا وَمَهْرِيًّا مُهْدِيًّا
جَمَعْتُ شَمْلَهُمْ وَأَعْنَيْتُ
نَقَرَهُمْ وَجَبَّوْتُ كَسْرَهُمْ
فَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ
اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

کے بعد دونوں حالتوں میں نصرت و توت
بخش آپ نے قیموں کی کفالت کے
رشتے جڑے اور اسلام کو آپ سے
طاقت پہنچی۔ آپ اسلام کے پسندیدہ
اور ہدایت دینے والے ہدایت یانہ
امام تھے۔ آپ نے ان کے شیرازے
کو جمع کیا اور ان کی محتاجی دور کی اور ان
کے نقصان کی تلافی کی۔ آپ پر سلام اور اللہ
کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

پھر نصف اہل حق کے بقدر الہام آئے اور حضرت البرکھ صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما
کے درمیان کھڑا ہو۔ (نظام الملک)
پھر یہ ہے:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيَا مَعْشَرَ
رُسُلِ اللَّهِ وَرَفِيقِيهِ
وَوَزِيرِيهِ وَمُشِيرِيهِ
وَالسُّعَادِيَيْنِ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ
فِي السَّيْرِ وَالْعَاسِيَيْنِ
بَعْدَهُ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ
حَبْرًا كَمَا اللَّهُ أَحْسَنَ الْحَبْرَاءِ
جِئْنَاكُمْ مَا تَحْتَوِلُ بِكُمْ
إِلَّا رُسُلُ اللَّهِ يَشْفَعُ لَنَا

آپ دونوں پر سلام لے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ آرام فرمانے والے اور ان
کے ساتھی اور ان کے وزیر اور ان کے مشیر اور
دین پر قائم رہنے کے لئے ان کا تعاون کرنے
والے اور ان کے بعد مسلمانوں کے معاملات کو
انجام دینے والے آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ
بہترین صلہ عطا فرمائے۔ ہم آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی جناب میں وسیلہ لاتے ہوئے

وَلْيَسْأَلْ رَبَّنَا أَنْ يَتَقَبَّلَ
 سَعْيَنَا وَيَجْعَلَنَا عَلَىٰ مِلَّةِ
 ذِي يَمِينٍ عَلَىٰ هَذَا يَجْمَعُ شَرًّا
 فَرُّ مَرَّتِهِ اسْتَعَاذَ كَرِيمٌ
 رَحِيمٌ (امین)

(الاختیار)

تاکر وہ انبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے
 شفاعت فرمائیں اور ہمارے رب کو غراست
 کریں کہ وہ ہماری عمت قبول فرمائے اور ہم
 کو ان کے دین پر زندہ رکھے اور اسی پر ہمارا
 نافر کرے اور ہم کو انہیں کی جماعت میں لٹا
 بیشک وہ کرم فرمانے والا مہربان ہے۔

پھر اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور ان کے لئے جنہوں نے اس سے دُعا
 کے لئے کہا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرتے۔
 اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے پہنچے کی طرح آئے
 اور حمد و ثناء کے بعد یہ کہے:

يَا خَيْرَ الرُّسُلِ إِنَّ
 اللَّهَ تَعَالَىٰ أَشْرَلَ كِتَابًا
 صَادِقًا عَلَيْكَ وَقَالَ اللَّهُ
 فِيهِمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ
 ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ
 فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ
 لَهُمُ الرُّسُلُ لَوَجَدُوا
 اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا وَقَدْ
 جِئْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 سَامِعِينَ قَوْلَكَ طَائِعِينَ
 أَسْرَافَ مُسْتَشْفِعِينَ

اے رسولوں میں سب سے بہتر رسول بیشک
 اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچے کتاب نازل فرمائی
 اور اس میں فرمایا۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں
 پر ظلم کیا۔ اگر وہ آپ کی خدمت میں
 حاضر ہوتے۔ اور اللہ سے مغفرت چاہتے
 اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب
 کرتے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت زیادہ
 تو بہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ اے
 اللہ کے رسول بیشک ہم آپ کی خدمت
 میں آپ کی بات سنتے ہوئے آپ کا
 حکم مانتے ہوئے آپ کی آپ کے رب کے

يَا اِيَّاهُ رَبِّي
 اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا
 وَرِاسَاتِنَا وَلِعَشَائِرِنَا
 وَبِاخْوَانِنَا الَّذِيْنَ
 سَمِعُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا
 تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًا
 لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ
 رُوْدٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اٰتِنَا
 فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي
 الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا
 عَذَابَ النَّارِ ۝ اٰمِيْنُ ۝
 سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
 عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى
 الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
 رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

پاس شفاعت طلب کرتے ہوئے حاضر
 ہوئے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اور ہمارے
 والدین اور ہمارے اساتذہ اور ہمارے خاندانوں
 اور ہمارے ان بھائیوں کو جہنم سے پہلے
 ایمان کے ساتھ گزر چکے بخش دے اور
 اے رب! ہمارے دلوں میں ایمان والوں
 کے لئے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے پروردگار
 بیشک تو مہربان اور نہایت رحم والا ہے
 اے ہمارے پالنے والے ہمیں دنیا میں اچھائی
 اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور ہمیں
 جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ تیرا رب
 عزت کا رب پاک ہے اس سے جس
 سے وہ (کافر) متصف کرتے ہیں اور
 تمام رسولوں پر سلام اور تمام تعریف اللہ
 کے لئے جو ہمارے عالم کا رب ہے۔

اَنْتَ الشَّفِيعُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ

عِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا مَا زَلَّتِ الْقَدَمُ

آپ ہی وہ شفاعت کرنے والے ہیں جن کی شفاعت پل صراط
 پر قدم پھسلے وقت سترق ہے۔

ابن حجر نے لکھا ہے کہ پھر زائر مزار النور کے سربانے قبلہ کی جانب بڑھے اور
 اور قبلہ کی طرف منکر کے حمد و ثناء اور درود و سلام پیش کرے اور اپنے دونوں ہاتھ

مژدھوں تک اٹھا کر اپنے اور دوسروں کے لئے جو چاہے دعا کرے اور اپنی دعا آمین اور درود و سلام پد ختم کرے۔

پھر وہ ستون البرئیا برضی اللہ عنہ کے پاس آئے یہ وہ ستون ہے جس میں انہوں نے خود کو اس وقت تک کے لئے باندھ رکھا تھا جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول نہ کی۔ یہ ستون مزار مقدس اور مسجد نبوی کے درمیان واقع ہے۔ (الاختیار)

اور دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور حسب مرضی دعا کرے پھر منبر شریف کے پاس آئے اور اپنا ہاتھ منبر کے اس کنگرے پر رکھے جو مزار پاک کی طرف ہے۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت اپنا ہاتھ رکھتے تھے اس پر ہاتھ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت حاصل ہوگی۔ (الاختیار)

اس کنگرے کا نشان اب باقی نہیں رہا یہ مدینہ منورہ اور اس کے گرد و پیش کی دوسری آتش زدگی کی نذر ہو گیا۔

اور قبلہ رو ہو کر دعا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور جو چاہے مانگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے پناہ مانگے پھر وہ ستون کے پاس آئے جس میں اسٹن حنا کا کچھ حصہ رہ گیا ہے۔

یہ وہ کھجور کا تنا تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں نالہ کیا تھا جس وقت اسے چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے تھے پھر اس کا نالہ سن کر اترے اور اسے گود میں لیا تب وہ تنا خاموش ہوا۔ (الاختیار)

یہاں پہنچ کر نماز و دعا میں مشغول رہنا چاہیئے۔

اسٹن حنا کہی صحابی کے پاس محفوظ تھا۔ لیکن امتداد زمانہ سے ختم ہو گیا۔ حدیث کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ تنانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کی اپنی جگہ دفن کر دیا گیا۔ مسجد نبوی میں اعتکاف مستحب ہے۔ اور جب بھی زائر اس میں داخل ہو اس کے لئے

مناسب ہے کہ اس تکاف کی نیت کرے اور اس میں ایک قرآن کا ختم کرنا اور حجہ شریف کی طرف مسلسل نظر کرنا مستحب ہے اس کے لئے بھی جو مسجد یا قبر عالیہ کے اندر ہو اور اس کے لئے بھی جو مسجد سے باہر ہو۔ (مناسک)

زار مسجد منورہ کے اندر رات گزارنے کے لئے انتہائی کوشاں رہے اگر ایک رات بھی اسے نصیب ہو جائے تو اسے قیمت جانتے ہوئے ذکر و دعا میں گزارے اور مدینہ منورہ میں جب تک رہے حتیٰ الاسکان یہ مقام نہ چھوڑے۔ (ابن حجر)

مدینہ منورہ کے باشندے ہوں یا کہیں اور کے ہر شخص کو زیارت روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرنا چاہیے اس لئے کہ یہی جتنی زیادہ کی جائے بہتر ہے۔ زار مسجد نبوی میں نسبتاً دوسری مسجدوں کے کہیں زیادہ ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی آواز بلند کرنے سے سخت احتراز کرے۔

بخاری نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے دو شخصوں سے فرمایا اگر تم اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا تم اپنی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بلند کرتے ہو۔

(حضرت عمر نے ان دونوں کی لاعلمی کو ان کے لئے عذر قرار دیا ورنہ ایسی بے ادبی ہے جو موجب سزا ہے۔)

زار کو کشش کرے کہ مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دوران قرآن کی تلاوت اور اللہ کے ذکر اور درود و سلام، منبر شریف، روضہ انور اور ان کے پنجح میں آواز اور بلا آواز دعا میں مشغول ہو کر رات گزارے۔ (الاختیار)

اور اس کی بھی کشش کرے کہ مسجد نبوی شریف میں اس کی کوئی نماز چھوٹنے نہ پائے اور جتنا ممکن ہو سکے مدینہ منورہ میں روزے رکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب جوار میں رہنے والوں خصوصاً آپ کے اعزہ و اقرباء کو اپنے صدقات پیش کرے اور مسجد شریف

کے حاضرین کو اس سے کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔

بلکہ وہ اگر روضہ انور کا انتہائی مشتاق ہو تو مسجد کے دروازے پر دروازہ کھنسنے سے پہلے حاضر ہے جب خدام اس کو دروازہ کھولیں تو پورے ارب کے ساتھ اندر داخل ہو۔ اور روضہ انور یا صف اول میں جلتے نماز پکھنٹے اور روضہ انور کی زیارت کی طرف پورے اطمینان و سکون کے ساتھ متوجہ ہو پھر اس جگہ بیٹھ جائے۔

بعض عمار نے فرمایا ہے نفل نماز کے لئے سب سے افضل جگہ محراب بنی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور فرض کے لئے سب سے افضل پہل صف ہے اور بعض کے نزدیک ستون جعفرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نماز پڑھنا بہتر ہے۔

زار مسلمان عورتوں، حجرہ شریف کی دواؤں اور مدینہ منورہ کے باشندوں کا احترام و پاس رکھے۔ یہ وہ ہیں جنہیں بادشاہ کے حضور میں ہمیشہ رہنے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی برائیوں اور ان کی چھپی ہوئی نیتوں اور ارادوں کے نوہ میں نہ پڑے اور ان کی نیتوں کو اللہ کے حوالہ کرے کیونکہ بہت بڑا نادر اسلوک بھی پڑوس کا احترام سلب نہیں کرتا۔ (ابن حجر)

اور جب وہ اپنے وطن واپس آنے کا عزم کرے تو اس کے لئے مسجد شریف کو نماز سے الوداع کہنا اور اس کے بعد حسب مرضی دعا کرنا مستحب ہے۔

روضہ انور پر حاضر ہونا اور آخری سلام عرض کرنا بعد خواہش کے مطابق دعا کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بھی دعا کرنا کہ وہ اس کو اس کے اہل و عیال تک سلامتی کے ساتھ حصہ پایا ہوا پہنچائے۔ یہ سب مستحب ہے۔

پھر نبوی دربار کے فراق پر حسرت کرتا اور آنسو بہاتا ہوا واپس ہو۔ (نظام السلک)

متبرک ستون

عہد رسالت میں مسجد نبوی کی چوحدی یہ تھی

مشرقی حد :- روضۃ الزور کی دیوار سے متصل ستون ، یہ ستون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی طرف تین معلق تندیروں کے گرد واقع ہے۔

سمت قبلہ کی حد :- منبر شریف کے پیچھے ایک اٹھ یا اس سے کچھ زیادہ دوری پر۔

مغربی حد :- منبر شریف کا پانچواں ستون۔

سمت شامی حد :- محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سواٹھ پر۔

(شرح المناسک ونظام الملک)

جب مسلمانوں کا جہوم بڑھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے مسجد عالی کی توسیع کی ضرورت محسوس کی اور اس توسیع کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے گھر بھی اس میں داخل ہو گئے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجر و شریف بھی اس میں شامل ہو گیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں رفیق حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مدفون ہیں۔

جب توسیع اس حد تک پہنچ چکی تو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے مزار الزور کے گرد گول اونچی دیواریں بنائیں جس کا مقصد یہ تھا کہ مرتد الزور مسجد میں نظر نہ آئے اور اس کی طرف رُخ کر کے عوام ناز نہ پڑھیں اور اس طرح لوگ کسی امر ممنوع کے مرتکب نہ ہوں۔

لیکن اس کا اندیشہ بدستور تھا کہ لوگوں کا مرتد پاک کا سامنا ہوگا اس سے بچنے کے

لے پھر انہوں نے روضۃ الزکریا کے شمال دونوں کونوں سے دو دیواروں کھینچی اور ان دونوں کو اس حد تک جھکایا کہ وہ باہم مل گئیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ الزکریا کو مسجد گاہ نہ بنالیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسی خطرہ کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ اگر اس کا اندیشہ نہ جوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راز پاک نمایاں اور کھلا ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پاک کو مسجد بنانے سے دو اندیشوں کے باعث منع فرمایا تھا۔
(۱)۔ آپ کی تعظیم میں حد سے تجاوز کرنا۔

(۲)۔ لوگوں کا فتنہ میں مبتلا ہونا

اس حد سے بڑھی ہوئی تعظیم میں کبھی کبھی کفر تک کی نوبت آجاتی ہے چنانچہ اس طرح کے واقعات گذشتہ قوموں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ (شرح مسلم۔ نووی)

سلطان مرحوم عبدالعزیز کا یہ کارنامہ لائق تائید ہے جو انہوں نے اپنی استطاعت کے مطابق مسجد شریف کی عمارت کی تجدید کرائی۔ اور اس کا خاص خیال رکھا کہ کوئی ستون اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں گیا۔

علماء نے فرمایا ہے کہ مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس زیادہ سے زیادہ نفل نمازیں پڑھنا مستحب ہے۔

کیونکہ جب تک وہ اپنی جگہ قائم ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کا فیض ان میں باقی رہے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمازیں جو ان ستون کی جگہوں اور ان سے قریب پڑھی گئیں ہیں ان کی برکتیں بھی باقی رہیں گی وہ خاص ستون جن کا ارباب میر نے ذکر کیا ہے ان کے تذکرے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

ستون مخلقہ مطہرہ | یہ اہم کی جگہ کے دائیں جانب مصطفیٰ شریف کا نشان ہے۔ سمر بن مکھن تلاش کر کے اسی کے پاس نماز پڑھتے تھے اسی کے پاس کعبہ

کا وہ تباہی ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ خطبہ ٹیک لگاتے تھے یہ تباہی راغ کی کرسی کی جگہ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب واقع ہے۔

ستون عائشہ | یہ ستون منبر شریف سے مشرقی جانب تیسرا ستون ہے۔ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے والے امام کے پیچھے صف میں واقع ہے۔

تحویل قبلہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دن سے زائد چورہ یا پندرہ دن تک فرض نمازیں اسی کی طرف رُخ کر کے ادا فرمائیں پھر آج کے مصطفیٰ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون سے ٹیک لگایا کرتے تھے۔

اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے شیعین اسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اور قریش کے مہاجرین اسی کے پاس جمع ہوتے تھے اس کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کو ستون قرعہ بھی کہتے ہیں اس کی وجہ یہ روایت ہے جو طبرانی نے "وسط" میں تحریر کی ہے :

إِنَّ فِي مَسْجِدِي لِبُقْعَةٍ	بیشک میری مسجد میں ایک جگہ ہے بتایا
قِيلَ هِيَ هَذِهِ الْأُسْطُوَانَةُ	گیا ہے کہ وہ یہی ستون ہے۔ اگر لوگ جان
لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا صَلَّوْا إِلَيْهَا	جائیں تو بغیر قرعہ اندازی کئے ہوئے نماز
إِلَّا أَنْ تَطْفِئَ لَهُمْ قُرْعَتَهُ	نہ پڑھ سکیں۔

— (المجوهر المنظم) —

ستون قوبہ | یہ ستون حجرہ شریف سے دوسرا اور منبر شریف سے چوتھا ستون عائشہ اور ہالی سے ملے ہوئے ستون کے بیچ میں واقع ہے لوگوں نے بتایا ہے کہ اس ستون اور روضہ کے درمیان بیس ہاتھ کا فاصلہ ہے۔

اس کی طرف رُخ کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز منقول ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کا بستر پاک یا تخت شریف اسی کے پاس قبلہ سے متصل رکھا جاتا اور آپ حالت امتکاف میں اسی سے ٹیک لگاتے۔

اس ستون کو ستونِ توبہ کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ رضی اللہ عنہ نے بزرگوار
 کو ان کے انجامِ کار یعنی ذبح و قتل کی خبر سے وحی تھی۔ پھر وہ نادام ہوئے اور خود کو یہ قسم کھا کر
 اس ستون سے باندھ دیا کہ ان کو سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور کھول نہیں سکتا ان کی
 صاحبزادی آتیں اور نماز و قضا کے حاجت کے لئے کھولتیں۔ اس طرح وہ دس دن سے زیادہ
 تک بند رہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اللہ کی وحی لے کر آئے اور انہیں
 کھولا (شیخ دہلوی)

پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ باندھنا اور خود کو مبتلائے عذاب کرنا شوکر کی ایک قسم ہے
 ورنہ ندامت ہی توبہ ہے اس میں ساداتِ صوفیہ کرام کے لئے شکر اور وجہ کے ثبوت کی دلیل
 ہے۔ اور اس کا انکار کرنے والے کا رد بھی ہے۔

ستونِ سریر | کبھی ستونِ توبہ کے پاس یہ ستون جال سے متصل ستونِ توبہ کے مشرقی جانب
 واقع ہے۔

ستونِ علی | یہ ستون جانبِ شمال میں ستونِ توبہ کے پیچھے واقع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ اس کے پاس نماز پڑھتے اور روضۃ الزمر سے متصل اس کے پاس مول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے بیٹھتے۔ اس لئے کہ یہ ستون اس دریچے کے سامنے ہے
 جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکل کر مسجد
 میں تشریف لاتے۔

ستونِ وفود | یہ ستون جانبِ شمال میں ستونِ علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے واقع ہے۔ اس
 ستون اور ستونِ توبہ کے درمیان ستونِ علی واقع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم اور کبار صحابہ کرام اس کے پاس بیٹھتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
 جب عرب کے اطراف و جوارب سے وفد آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر اسی کے

پاس شریف رکھتے تھے۔

ستون تہجد | یہ ستون جانب شمال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پیچھے واقع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہیں رات میں نماز پڑھتے۔ اس میں ایک محراب ہے۔ جب نماز پڑھنے والا اس محراب کی طرف رخ کرے گا تو اس کا بایاں حصہ باب جبریل کی طرف ہوگا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد پڑھنے کی جگہ ہے۔

ستون مربیۃ القبر | اسے مقام جبریل بھی کہتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر زیادہ تر اسی مقام پر حاضر ہوتے۔ یہ ستون جالی سے لے ہوئے ستون کے پیچھے جہاں مغربی کنارہ شمال کی طرف مڑا ہے۔ وہیں حجر شریف کے گھرے میں واقع ہے جیسا کہ بتایا گیا ہے۔

علامہ قاری نے لکھا ہے کہ اس ستون اور ستون وفود کے درمیان جالی سے ملا ہوا ستون ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ اسی جگہ تھا۔

ابن حجر نے فرمایا ہے اس ستون اور ستون سریر سے تبرک حاصل کرنا لوگوں کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حجر شریف کے ارد گرد جالی کے دروازے بند رہتے ہیں۔

جنت البقیع

اور اس کے گرد و نواح کی قبروں کی زیارت

روزانہ خصوصاً جمعہ کے دن باوضو، جنت البقیع جانا اور وہاں کی قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔

حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم نے اس قبرستان کے بارے میں ارشاد فرمایا،

یُبْعَثُ مِنْهَا سَبْعُونَ أَلْفًا مَلَكًا صُورَةُ الْعَمْرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔	اس سے (جنت البقیع سے) ستر ہزار مردے چودھویں کے چاند کی شکل میں اٹھائیں جائیں گے اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔
---	---

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے جنت البقیع والوں کے بارے میں سوال کیا تو پروردگار نے فرمایا — ان کے لئے جنت ہے۔

پھر آپؐ نے اپنے پروردگار سے اہل معش کے بارے میں سوال کیا — تو پروردگار نے فرمایا — اے رسول! آپؐ نے اپنے بڑوسیوں کے بارے میں سوال کر لیا اب میرے بڑوسیوں کے بارے میں سوال نہ کیجئے۔ (نظام الملک)

جب زائر جنت البقیع کے دروازے پر پہنچے تو یہ کہے۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ذَا رَقَتَيْنِ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا أَنْشَأَ اللَّهُ	مسلمانو! تم پر سلام۔ ہم بھی انشاء اللہ آپ سب سے ملیں گے۔ اے اللہ
---	---

جنت البقیع والوں کو بخش دے اور ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ہمیں ان کے بعد نقتہ میں نہ مبتلا کر۔ اے اللہ ہم کو اور ان کو بخش دے۔	تَعَالَى بِكُمْ لَاحِقَاتُ اللَّهِ ثُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ وَلَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُمْ وَلَا تَقْتُلْنَا بَعْدَهُمْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ۔ (فتح القدیر)
--	--

پھر گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھنی چاہیے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قبر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پھر حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر، پھر اہل بقیع پھر اہل مکہ نکلیں گے۔ (نظام الملک)
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں دس ہزار
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وفات پائی ہے ہاں مگر ان میں اکثر کہ اور ان کی قبروں کو جانا نہیں جاتا
اس لئے جنب زائر اس قبرستان میں پہنچنے تو ان کی اور ان کے علاوہ جو مسلمان اس میں مدفون
ہیں ان سب کی نیت کرے اور اوپر کی دعا و سلام میں سب کو شامل کرے۔ امام احمد
رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے حضور کا ارشاد ہے،

جو مدینہ میں مرے وہ مدینہ میں مرے۔ اس لئے کہ میں اس میں مرنے والوں کی خاص شفاعت کروں گا۔	مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيُمُتْ بِهَا فَإِنِ اشْفَعْتُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا۔
---	--

یعنی ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص شفاعت ہوگی (نظام الملک)۔
پھر زائر مشہور قبوں اور متبرک زیارت گاہوں کی زیارت کرے۔
مشہور قبے یہ ہیں :

۱۔ قبر سیدنا عباس بن عبد المطلب عم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی تعمیر ۱۰۱ھ میں کسی عباسی غیف نے کرائی۔ اس میں قبر بھی ہیں۔

عربی جانب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

اور شرقی جانب ایک قبر ہے اس میں حضرت عباس کے پانسیں حضرت حسن بن علی مدفون ہیں۔

اور اسی میں دوسرے امیر زین العابدین علی بن امام حسین ابراہان کے لڑکے محمد باقر اور ان کے لڑکے جعفر صادق مدفون ہیں۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جسم منتقل کر کے اس قبے میں دفن کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھی اسی قبے میں مدفون ہے۔

۲۔ قبۃ امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بقیع کے اندر مدفون صحابہ کرام میں سب سے افضل ہیں زائر جب اس قبہ میں حاضر ہو تو یہ سلام پیش کرے۔

اے امیر المؤمنین آپ کو سلام۔ اے	اَسْلَامٌ عَلَیْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
مسلمانوں کے امام آپ کو سلام۔ اے	اَسْلَامٌ عَلَیْكَ يَا اِمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ
خلفائے راشدین کے تیسرے آپ کو	اَسْلَامٌ عَلَیْكَ يَا ثَالِثَ الْخُلَفَاءِ
سلام۔ اے ذوالنورین آپ کو سلام۔	الرَّاشِدِيْنَ اَسْلَامٌ عَلَیْكَ يَا
اے قرآن کریم کو کتابی شکل میں جمع فرمانے	ذَا النُّوْرِ اَسْلَامٌ عَلَیْكَ يَا
والے آپ کو سلام۔	مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ بَيْنَ الدَّفْتَيْنِ۔

(شرح الناسک)

بعض کا خیال ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مدفون بقیع سے شرقی جانب اس سے باہر تھا۔ مروان نے اسے بقیع میں داخل کیا۔ جس وقت یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا گزر تھا۔

اس قبر میں عمارت کے متوال کی قبر بھی ہے۔
 قبر ابراہیم شاہزادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اپنے دست مبارک سے ان کی قبر پر مٹی ڈالی
 اور پانی چھڑکا

سلسلہ میں ان کی ولادت مولیٰ اور دودھ پیتے وفات پائی۔
 اس قبر میں عثمان بن مظعون بھی مدفون ہیں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی
 ہیں۔ سب سے پہلے بقیع میں یہی عثمان بن مظعون دفن کئے گئے تھے۔ ان کی تہنیں ماہ شعبان
 ہجرت کے بعد تیسویں مہینے کے شروع میں محل میں آئی تھی۔ (فتح القدیر)
 ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہمارے اچھے سلف عثمان
 بن مظعون ہیں۔

یہیں حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ عثمان بن مظعون کی بغل میں مدفون ہیں اور سعد بن
 وقاص بھی اپنی وصیت کے مطابق عثمان بن مظعون کے پاس مدفون ہیں۔ یہ دونوں حضرات
 عشرہ مجتہدین سے ہیں۔

سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی اور
 اپنی وصیت کے مطابق عثمان بن مظعون کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔ ایک روایت میں
 یہ بھی ہے کہ انہوں نے کوفہ میں سلسلہ میں وفات پائی۔

حنیس بن عذافہ بھی ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے سابق شوہر کی ہیں
 قبر عثمان بن مظعون کے قریب ہے۔

انہیں غزوہ احد میں ایک زخم لگا تھا جس کے مدد سے مدینہ میں وفات پائی۔
 اسعد بن زرارہ نے مدینہ میں وفات پائی اور حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس

مدفن ہوئے۔ (شرح النسک)

فاطمہ بنت اسد ام علیؑ سیدنا ابراہیم و عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کی قبروں کے پاس دفن کی گئیں۔

یہ وہ خاتون ہیں جن کے اوپر کے لباس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کتر مبارک مرحمت فرمایا تھا۔ اس مقصد کے لئے کہ ان کا جسم آفات سے محفوظ ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لحد اپنے دست مبارک سے کھودی تھی اور ان کی قبر کے اندر اترے تھے اور اپنی برکت سے قبر کو وسیع کرنے کے لئے اس میں لیٹے بھی تھے۔

اور ان کے بلے میں ارشاد فرمایا تھا میری ماں کے بعد یہ میری ماں ہیں اور وہ قبر جو قبر فاطمہ بنت اسد کے نام سے مشہور اور یقین کے باہر قبر عثمان کے شمال میں ہے اس کی کوئی اصل نہیں گو بعض مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (شیخ دہلوی)

بعض کا خیال ہے کہ ام المومنین حضرت حدیجہ اور حضرت میمنہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ ازواج مطہرات کی قبریں بھی اسی قبے میں ہیں۔

قبر عقیل بن ابوطالب | اس میں عقیل بن ابوطالب کی قبر ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ عقیل کی قبر ان کے مکہ کے گھر میں ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان کی قبر شام میں ہے۔

اس قبر میں البرقیان بن حارث بن عبد المطلب کی قبر بھی ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ حضرت خیرہ سعیدہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دودھ پلایا تھا۔

عبد اللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی قبر بھی اسی قبر میں ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ عبد اللہ بن جعفر مکہ و مدینہ کے مابین مقام البراء میں مدفون ہوئے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عقیل کے گھر کے گوشے میں ایک جگہ ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اہل بیت کی مغفرت کے لئے دعا کی تھی۔ اس جگہ دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ یہاں

ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔

قبرہ امام مالک بن انس | امام دارالہجرت حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اس میں آرام فرما ہیں۔

ایک اور قبرہ | اس میں ایک قبر ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ نافع مولیٰ بن عمر اس میں مدفون ہیں۔

یہ نافع امام مالک کے استاد ہیں۔ جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہے ان کے بارے میں بعض کو وہ ہم ہو گیا کہ یہ قرار سب سے ہیں۔

ایک چھوٹا سا قبرہ | یہ قبرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حمیدہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے۔ قبرہ فاطمہ بنت اسد کے راستے میں واقع ہے ان کے اسلام کے بارے میں بعض نے اختلاف کیا ہے لیکن اظہر یہ ہے کہ وہ اسلام لائیں۔

قبرہ صفیہ بنت عبد المطلب | اس میں صفیہ بنت عبد المطلب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی کی قبر ہے۔ یہ قبر مدینہ منورہ کی شہر پناہ کے پاس بقیع کی جانب دروازہ سے باہر بائیں طرف واقع ہے۔ وہیں ایک دوسری قبر بھی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عائشہ کی قبر ہے۔

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پاک | مقدس زیارت گاہوں میں یہ مزار بھی ہے۔ یہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بقیع میں جانب قبرہ عباس سے متصل فائل بر مشرق واقع ہے۔

یہ مسجد بیت الاحزان (عزیزوں کے گھر) کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہاں ٹھہرتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق پر آنسو بہاتیں۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مزار قبرہ عباس میں ہے۔ ابن حجر نے اسی کو زیادہ راجح بتایا ہے۔ شیخ دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ یہی صحیح اور مختار ہے۔

کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ان کا مزار روضۃ النور کے اس صندوق میں ہے جو امام کے مصل کے آگے ہے لیکن اسے علماء نے بعید قرار دیا ہے۔

بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کا مزار انہیں کے گھر میں ہے۔ اس محراب کی جگہ جو عمرہ شریف کے پیچھے شامی جانب واقع ہے۔ (فتح القدیر)

اسی آخری قول کو سب سے زیادہ ظاہر بتایا گیا ہے۔ (شرح الناسک)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہ زادیوں میں سب سے چھوٹی اور حضور کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

نبوت سے قبل یا نبوت کے تھوڑے ہی دنوں بعد ان کی ولادت ہوئی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کے سال رمضان المبارک کی تین تا بیس سر شنبہ کی شب میں ان کا وصال ہوا اور رات ہی میں ان کی تدفین بھی عمل میں آئی۔

سعد بن معاذ شہلی انصاری کا مزار | یہ قبیلہ اوس کے سردار تھے غزوہ خندق کے دن زخمی ہو کر وفات پائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ناز جنازہ پڑھائی اور اپنے گھر سے قریب بقیع کے کنارے مقداد بن اسود کے گھر سے متصل مدفون ہوئے۔

ابن حجر نے لکھا ہے کہ آج جو قبر فاطمہ بنت اسد کے نام سے مشہور ہے۔ قرینہ قیاس یہ ہے کہ یہی سعد بن معاذ کی قبر ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار | یہ اپنی وصیت کے مطابق بقیع کے کنارے دفن کئے گئے۔ یہیں ان کا مزار ہے۔

قبر ازواج مطہرات | یہ قبرہ دائر عقیل کے قریب واقع ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ روایتیں یہ بتاتی ہیں کہ امہات المؤمنین میں حضرت خدیجہ اور حضرت میمونہ کے علاوہ بھی کے مزارات بقیع میں وہیں ہیں۔ جہاں ان کی زیارت کی جاتی ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ازواج مطہرات عثمان بن مظعون کے مزار کے قریب دفن ہیں۔
ایک اور قبرہ یہ قبرہ امہات المؤمنین کے قبرے اور عقیل کے قبرے کے قریب واقع ہے۔
 بتایا گیا ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین شاہ زادیاں آرام فرما
 ہیں۔ یہ قبرہ اس وقت قبرہ بنات کے نام سے مشہور ہے۔ ان عینوں شاہ زادیوں کے نام
 سیدہ رقیہ، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔

جنت البقیع میں حضرت عبدالرحمن بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی بھی قبر ہے۔
 حد زنا کے کوڑے سے یہ نڈھال ہوئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اور سیدنا ابراہیم اور
 حضرت امام مالک رضی اللہ عنہما کے قبرے کے درمیان مدفون ہوئے۔ (جذب القلوب)
 واضح رہے کہ زیارت کی ترتیب میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے
 کہا ہے کہ حضرت عباس اور ان کے قبرے میں ائمہ اہل بیت کی زیارت شروع کرے پھر
 زائر کو اختیار ہے۔ یہی آسان صورت ہے۔ کچھ نے یہ بھی کہا ہے کہ زائر عقیل کے گھر کے
 گوشے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ابتداء کرے پھر حضرت عثمان
 رضی اللہ عنہ پھر حضرت فاطمہ بنت اسد پھر حضرت ابراہیم شاہ زادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
 پھر ازواج مطہرات پھر امام مالک۔ پھر نافع پھر عباس۔ پھر صفیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کی چچی کی زیارت کرے۔

علماء کی ایک جماعت کا یہ بھی خیال ہے کہ زائر شاہ زادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 زیارت سے شروع کرے اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جزاء اور ٹکڑے ہیں۔
 علماء کے ایک گروہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ابتداء
 کرے اس لئے کہ وہ بقیع میں مدفون تمام صحابہ سے افضل ہیں اس کے بعد حضرت عباس
 رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ کے لوگوں کی پھر ازواج مطہرات۔ پھر عقیل۔ پھر ابراہیم شاہ زادہ
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ کے لوگوں کی زیارت کرے۔

ضمیمہ

زائر کہ حسب ذیل مزارات کی بھی زیارت کرنی چاہیے،
۱۔ مزار اسماعیل بن امام جعفر صادق جو جانب مغرب میں شہر پناہ کے
اندر قبر عباس کے سامنے واقع ہے۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدری کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہما کا مزار جو شہر پناہ کے اندر
مدینہ منورہ کے مغربی جانب واقع ہے۔ یہ صحابی غزوہ اُحُد کے شہید ارے ہیں۔
اُحُد سے لاکر انہیں یہیں دفن کیا گیا۔

۳۔ محمد بن عبداللہ بن حسن ثقیفی بن امام حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا مزار۔
جو مدینہ منورہ سے باہر کوہ سلع سے مشرقی جانب واقع ہے۔ یہ ابو جعفر منصور
عباسی کے زمانہ میں منصور کے ہاتھ پر بیعت ذکر کرنے کے سبب شہید کئے گئے تھے۔
شہر پناہ کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا مزار بھی ہے۔

مسجد قبار کی زیارت

بادخو مسجد قبار میں جانا مستحب ہے۔ زیارت کے لئے افضل سنیچر کا دن ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہر سنیچر کو سوار یا پیدل تشریف لاتے یعنی کبھی پیدل تشریف لاتے اور کبھی سوار سے۔ (بخاری و فتح القدیر)

سنیچر کا دن خاص اس لئے فرمایا تھا کہ اہل قبار سے رابطہ رہے۔ اور بعض ان لوگوں کے حالات کا جائزہ بھی لے سکیں جو مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ میں نہ پہنچ سکے تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبار دو شبہ کو بھی تشریف لے گئے تھے۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دو شبہ اور جمعرات کو قبار تشریف لے جاتے (شرح النکح) محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ستائیسویں رمضان المبارک کو قبار تشریف لے جاتے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں زیارت کے لئے بعض ایام کے خاص کر لینے کا جواز موجود ہے۔ اور یہی صبح اور مہر کا قول ہے۔

ابن مسعود مالکی نے اسے مکروہ بتایا ہے جس کی لوگوں نے توجیہ یہ کی ہے کہ شاید ابن مسعود کو یہ احادیث نہ پہنچ سکیں۔

یہ مسجد اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں کے لئے تعمیر کی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے قبار پہنچے سب سے پہلے آپ نے اس مسجد کی تعمیر فرمائی۔ اور قبار میں تین دن یا چار دن یا چودہ دن قیام فرمایا۔ پھر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مسجد حرام، مسجد

نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد سب سے افضل مسجد یہی ہے۔ (شرح الناسک)

حضرت علیؑ نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ عنہم نے پھر رکے۔
مسجد تبار پہنچ کر زاریہ ومار کرے:

يَا صَبْرَ حَجَّ الْمُسْتَضَرِّ حَيْنَ
وَعِيَاكَ الْمُسْتَغِيثِينَ
يَا مُفَرِّجَ كُرُوبِ الْمَكْرُوبِينَ
يَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ
صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَالِهِ وَاكْشِفْ كَرْبِي
وَحُزْنَ كَمَا كَشَفْتَ
عَنْ رَسُولِكَ حُزْنَكَ وَكَرْبَهُ
فَ هَذَا الْمَقَامُ يَا حَسَنَاتُ
يَا مَنَاتُ يَا كَثِيرَ الْمَعْرُوفِ
يَا آدِمَةَ الْإِحْسَانِ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ ۝ (الاختیار)

اے غالب کرنے والوں کا نالہ سننے والے
اور فریادیں کے فریادرس اور نصیب
زوروں کے مصائب دور کرنے والے اور
پریشاں حال کی دمار قبول کرنے والے ہمارے
آقا محمد علیؑ رضی اللہ عنہ وسلم اور ان کی آل پر
درو و نازل فرما۔ اور میرے کرب و غم دور
فرما جیسا تو نے اپنے رسول سے ان کے
حزن و کرب اس مقام پر دور فرمائے۔ اے
بہت زیادہ احسان کرنے والے اور بہت
زیادہ شفقت فرمانے والے اور اسے بہت
خیر والے اور اسے ہمیشہ احسان فرمانے والے
اور سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اس مسجد میں داخل ہوتے تو اس میں نماز پڑھے بغیر اس
سے نکلنا انہیں ناپسند تھا۔ مسجد تبار میں کبھی دن بھی نماز پڑھنا ساجد ثلثہ کے علاوہ تمام مسجدوں کی نماز
سے افضل ہے۔ کم سے کم نماز دو رکعت ہونی چاہیے۔

”مذہب القلوب“ میں ہے کہ بعض روایتوں میں چار رکعت کی مراحت کی گئی ہے۔ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صحیح حدیث ہے۔

ان الصلوة نبيه كعشرة (فتح القدیر) | اس مسجد قبار میں نماز ایک عمر کی طرت ہے۔
ترمذی نے اس روایت کی تحریر کی ہے اور امام احمد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ
روایت نقل کی ہے۔ (نظام الملک)

سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسجد قبار میں دو رکعت نماز بیت المقدس کی دو بار
زیارت کرنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ (شیخ طبری)

اس طرح اگر کسی نے مسجد قبار میں نماز پڑھنے کی نذر مالی تو یہ نذر اسی مسجد کے ساتھ واجب الیقین
ہوگی کسی اور مسجد میں سوائے مساجد ثلثہ کے اواز نہ ہوگی۔ (رسائل الارکان)

یہ بات بظاہر لا تشد الرجال الا الى شلثة مساجد کے معارف ہے (کیونکہ
اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی کا سفر جائز نہیں اور اوپر کے جو یہ میں نذر
کی تکمیل کے لئے مسجد قبار کا سفر لازمی بتایا گیا ہے۔)

ہاں اس حدیث سے مراد اگر یہ ہو کہ کسی مسجد کا انفرادی طور پر مخصوص کر کے سفر کرنا جائز نہیں
اس طرح مسجد قبار کا سفر اس حدیث کے حکم میں داخل نہ ہوگا اس لئے کہ مسجد قبار کا سفر تنہا مسجد
قبار کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ مقصود مسجد نبوی کی جانب بھی سفر کرنا ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مسجد قبار ان تینوں مساجد کے حکم میں ہے جن کا سفر کرنا جائز ہے
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کا ذکر شاید اس لئے نہ فرمایا ہو کہ یہ مسجد مدینہ منورہ سے
قریب ہے۔ واللہ اعلم۔

تحويل قبلہ سے قبل مسجد قبار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گاہ پہلی محراب ہے صحن میں
اس ستون کے پاس ہے جو محراب مسجد کے مقابل ہے۔ تحويل قبلہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
نماز گاہ دیوار قبلہ سے قریب کی محراب ہے اور یہ دوسری محراب ہے۔

اور جب قبلہ کی طرف مسجد میں ترویج ہوئی تو محراب بدل گئی اور منبر کے قریب ستون میں
اس محراب کی علامت بنا دی گئی۔

مسجد قبار کے شرقی جانب طاقتور ہے لگ بھگتے ہیں اسی جگہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ دیکھا اور مسجد کا رخ ٹھیک قبلہ کی طرف فرمایا۔

اس مسجد کے سامان کے پاس ایک چبوترہ ہے جس کے محراب میں ایک پتھر ہے اس میں یہ آیت لکھی ہے۔ لَسْمُجِدٍّ اُسْتَسْ عَلَی الشَّقَوٰی وَنَا اَذَلْ یَوْمًا۔

لوگ کہتے ہیں کہ اسی جگہ یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں نے اس پر نقد کرتے ہوئے کہا ہے کہ صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں۔

ہاں وہ چھوٹا گڑھا جو مسجد قبار کے صحن میں ہے اس کے بارے میں لوگ بتاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اوفنی اسی جگہ بیٹھی تھی۔ جب ہجرت کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نزول فرمایا تھا۔ قبار کے متبرک مقامات میں مسجد کے قبلہ جات میں سعد بن خثیمہ کا گھر بھی ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں آرام فرما ہوئے تھے اور مسجد کے مغربی کرنے کے قبلہ میں ایک جگہ ہے شاید یہی مسجد دار سعد ہے۔ یہ مسجد اب مسجد علی کے نام سے مشہور ہے اور مسجد کے قبلہ ہی میں ام کلثوم بنت ہدم کا گھر ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے لوگ اترے تھے (شرح الناسک)

نزد قانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے سال برزخین قبار پر خاندان بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا تھا۔ آپ کا درود ام کلثوم بنت ہدم کے گھر میں ہوا تھا۔

بعض کا خیال ہے کہ اس وقت یہ مشرک تھے۔ محمد بن ذبالہ نے اس پر اپنے یقین کا اظہار کیا ہے۔

کوہ اُحد

اس کے شہداء اور اس کی مسجدوں کی زیارت

کوہ اُحد کی زیارت بذاتِ خود مستحب ہے صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

أُحُدُ جَبَلٌ يُحْتَبَا وَ يُحْتَبَىٰ
(فتح القدیر)

اُحُد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے
اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

اس حدیث کی تفسیر صحیح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم سے کوہ اُحد کے لوگ محبت کرتے ہیں اور وہ مدینہ منورہ کے باشندے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ بذاتِ خود یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی قوت بخشی ہے۔ (شرح مسلم۔ ندوی)

امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ یہ پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہے۔

سب سے افضل پہاڑ کون ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ کوہ اُحد سب سے افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جبلِ عرفات۔

بعض کا خیال ہے کہ جبلِ البرقیس اور کچھ کی رائے ہے کہ کوہِ طور سب سے افضل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ (زبد القانی)

زائرِ شہداء اُحد کے مزارات کی زیارت کرے اور ان کو سلام پیش کرے۔ حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے شہداء اُحد کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَا يَسْتَمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَّا
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا رَدُّوا

قیامت تک شہداء اُحد کو جو کوئی بھی
سلام پیش کرے گا وہ اس کے سلام کا

علیہم السلام البیہقی عن ابی ہریرۃ۔ | جواب دیں گے۔ بروایت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)

شہدائے اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ انہیں جبیر بن معلم کے غلام وحشی بن حرب نے اپنے نیزے سے ضرب لگائی تھی جس سے آپ شہید ہوئے تھے۔

علامہ ترمذی نے فرمایا ہے کہ ابن شیبہ نے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد کے شہداء کے مزارات پر ہر سال کے شروع میں تشریف لاتے اور یہ کلمات کہتے،

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا مَسَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ | تم کو سلام تمہارے صبر کے سبب (تمہارے لئے) وار آخرت کا انجام اچھا ہے۔

شیخ دیلمی نے لکھا ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے شہداء اُحد کے مزارات کی زیارت کے لئے جایا کرتے۔

زار کے لئے افضل یہ ہے کہ جمعات کو صاف ستھرا ہو کر دن کے ابتدائی حصے میں شہداء اُحد کی زیارت کے لئے جائے تاکہ مسجد نبوی میں ظہر کی نماز باجماعت اس کی فوت نہ ہو (رد المحتار)

”الاختیار“ میں ہے کہ یوں کہے: سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا مَسَبَرْتُمْ

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ دَارَ قُتُوبٍ تُمَوِّدُ مِثْنِیْنِ وَ اِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهِ بِکُمْ لَا حَقُّوْنَ ۝ اور آیتہ الکرسی اور سورہ اخلاص پڑھے۔

اُحد کے قریب پہنچ کر مسجد حمزہ سے زیارت شروع کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ میرے چچاؤں میں سب سے بہتر حضرت حمزہ ہیں۔ مانتا ہوں کہ تم ہی مساکر دمشق نے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضور نے مزید ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے یہاں ساتوں آسمان والوں میں حمزہ کو اسد اللہ

اور اسد رسول اللہ کھائے۔ (عالم)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ ان کو لڑنے پر نہ دودھ پلایا تھا۔ ان کی عمر شہادت کے وقت اٹھ سال تھی۔ (مواہب لدنیہ)

اور صاحب "امابہ" نے لکھا ہے کہ ساٹھ سال سے کم وہ باحیات رہے۔ بعض نے اٹھادھائی سال آپ کی عمر بتائی ہے۔ اور کچھ نے ساٹھ سال کی۔ (زرقاتی)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی ہضوع و شترع کے عالم میں زیارت کرے اور ان کی خدمت میں سلام پیش کرے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت فرماتیں۔

"إحیاء العلوم" میں ہے کہ وہ نمازیں پڑھتیں اور وہاں رتیں سنہ ۹۰ھ میں ان کا قبہ تعمیر کیا گیا۔

ابو الیمین سعد اللہ عبد الباقی بغدادی کی کتاب "أدفع منہج" الی معرفۃ مناسک الحج میں لکھا ہے زائر کے لئے مستحب ہے کہ بقیع جائے اور وہاں کے مزارات کی زیارت کرے۔ خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی۔ یہ بات قابل قبول نہیں اس لئے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار بقیع میں نہیں ہے۔

اور زائر (کوہ احد پر) عبد اللہ بن عیش کو سلام پیش کرے۔ یہ ام المؤمنین حضرت زینب کے بھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیر بنت عبد المطلب کے صاحبزادے ہیں۔ امیر کے اسلام کے سلسلے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ابن اسحاق نے اسلام کی نفی کی ہے۔ (زرقاتی) ذہبی نے "تجریۃ الصحابہ" میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عیش کی والدہ امیر ہیں۔ بعض "مناسک" میں یہ بھی ہے کہ عبد اللہ کی والدہ صفیہ بنت عبد المطلب ہیں تو ہو سکتا ہے اس کے مؤلف نے کسی معتبر کتاب میں اس کی تصریح دیکھی ہو۔

اور وہ مصعب بن عمیر کو سلام پیش کرے۔ انہیں ابن قتیہ نے شہید کیا تھا۔ یہ بھی

مردی ہے کہ وہ دونوں مصعب بن میسر اور عبداللہ بن عیش حضرت حمزہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں
دفن کئے گئے ہیں۔

شہداء اُحد کی تعداد کل ستر ہے۔ ان میں سہیل بن قیس رضی اللہ عنہ بھی ہیں ان کا مزار
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے پیچھے اسی سے شامی جانب ان کے مزار اور کوہ اُحد
کے وسط میں واقع ہے۔

شہداء اُحد میں عبداللہ بن عمرو، البراء بن مالک، ابوہریرہ، غنم بن عمرو بن جوح،
خارجہ بن زید، سعد بن ربیع اور نعمان بن مالک بھی ہیں۔ ان کے مزارات غربی جانب حضرت
حمزہ کے مزار سے کوئی دھائی سو گز کے فاصلہ پر واقع ہیں۔

سید سہودی نے "تاریخ المدینہ" میں لکھا ہے کہ ان کے مزارات اُحد کے بڑے
والے کے مغربی سمت میں ایک جگہ واقع ہیں۔ دوسرے شہداء اُحد کے مزارات کی
شناخت تو نہ ہو سکی تاہم ظاہر یہ ہے کہ ان کے مزارات بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے
مزار کے ارد گرد ہیں ہوں گے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پانچویں آپ کا مزار بڑے والے
کی قبر ہے۔ (الناک)

لیکن اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ میں نے زیارت کرنے والے سے اس
کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کچھ نہ بتایا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے سرے ایک قبر ہے اس کے بارے میں بتایا
جاتا ہے کہ سید مقل جواثراف مکو سے ہیں ان کی قبر ہے۔ اسی طرح مسجد کے صحن کی قبر مدینہ
کے کسی امیر کی ہے حضرت حمزہ کے مزار اور کوہ اُحد کے درمیان پتھر کی باؤنڈری کے اندر نظر
آنے والی قبریں امرایوں کی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اور کوہ احد کے درمیان ایک قبر ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی شہادت گاہ ہے۔

منقول ہے کہ معتبر بن وقاص نے اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا جس سے حضور کا نچلا دانت جسے رباعی کہتے ہیں ٹوٹ گیا۔ ٹوٹنے کی وضاحت یہ کی گئی ہے کہ دانت کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر نکلا۔ دانت جوڑے نہیں اکھڑا۔ حدیث میں دانت کے لئے رباعیہ کا لفظ آیا ہے۔ علامہ زرقاتی نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ رباعیہ وہ دانت ہے جو بیچ کے دونوں دانت اور ذکیلے دانت کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کی جمع ربامیات آتی ہے (زرقاتی)

بقول بعض حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام جب حج اور عمرہ کے لئے آئے اور مکہ مکرمہ سے واپسی میں کوہ احد پر اترے تو حضرت ہارون علیہ السلام کا پیغام اجل پہنچا اور اسی پہاڑ پر انہوں نے وفات پائی اور وہیں انہیں دفن کیا گیا۔ ان کا مزار بھی اسی پہاڑ کے اوپری حصہ پر مشہور و معروف ہے۔

یہ روایت سند کے ساتھ زبیر بن بکار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے "فضل المدینہ" نامی کتاب میں نقل کی ہے۔ (الروض)

لیکن زرقاتی نے نقل کیا ہے کہ یہ روایت قطعاً غلط ہے اور زبیر کی سند اس سلسلے میں نہایت ضعیف ہے۔ کیونکہ بعض کی تحقیق کے مطابق حضرت ہارون علیہ السلام نے شام کے شہر جبہ کے علاقوں وفات پائی اور اکثر کئی رائے یہ ہے کہ مقام تیر میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے وفات پائی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے پیہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

کوہ احد میں ایک فار ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپے تھے۔ اسی طرح وہ چٹان جس کے سلسلے میں لوگ بتاتے ہیں کہ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف رکھی تھی اس کے اوپر ایک سر کا نشان ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا نشان ہے۔ یہ باتیں معتمد ذرائع سے ثابت نہیں۔ زائر کے

لے مستحب ہے کہ کوہ احد کے کسی درخت سے تھوڑا سا حصہ بطور تبرک کھائے گو اسے خار دار درخت ہی کا حصہ کیوں نہ نصیب ہو۔ (شرح المناک)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ احد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جب تم اس پر پہنچو تو اس کے پھلوں سے کچھ کھاؤ۔ اگر کوئی پھل نہ ہو تو اس کے گھاس پر دے ہی کھاؤ۔
 ”نظام الملک“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جب کوہ احد پر پہنچو تو اس کے درخت سے کچھ کھالیا کرو۔ اس کے خار دار درخت ہی بھی۔

بعض ”مناسک“ میں مروی ہے کہ ”جب تم کوہ احد پر پہنچو تو اس کے درخت سے حرمید“ لیکن میں اس روایت سے واقف نہیں۔

کوہ احد کی مسجدوں میں ناز پر مٹنا مستحب ہے۔

مسجد احد میں حسب ذیل مسجدیں قابل ذکر ہیں :

مسجد فجع | یہ مسجد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شمال میں کوہ احد کی جڑ میں اس سے متصل واقع ہے۔ جب مہر اس کی گھائی میں جائیں تو آپ کے دائیں جانب احد سے متصل یہ مسجد ملے گی۔ مہر اس پتھر کی اوکھل کو کہتے ہیں۔ عربوں کی عادت تھی کہ کنوئیں کے پاس اوکھل بنا پتھر رکھ دیا کرتے تھے جس میں پانی بھر دیا جاتا تھا۔

علامہ زرقانی کی رائے یہ ہے کہ ”مہر اس“ احد کے ایک کنوئیں کا نام ہے۔

اسی مسجد کو مسجد فجع کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ بقول بعض آیت فجع اسی میں نازل ہوئی۔

آیت فجع یہ ہے۔

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ تم مجسروں میں جگہ دو تو تم جگہ دو
 اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں جگہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ
 تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا لِفَتَاهِ
 اللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۲۰-۲۱)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک دوسرے سے

آگے رہنے کی خواہش رکھتے اور کسی کو اپنے پاس آتا ہوا دیکھتے تو اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں تھے اور آنے والے کو حضور سے قریب بیٹھنے کا موقع نہ دیتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آنے والوں کو وہ جگہ دے دیا کریں۔

ابوالعالیہ اور حسن نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ ایسا لڑائیوں کے موقع پر ہوتا کہ اگر کوئی صف میں آتا اور کتنا کہ جگہ دو تو لوگ قتال کے شوق اور اپنی شہادت کے اشتیاق کے سبب جگہ دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ (معالم التنزیل)

مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد سے فارغ ہونے کے بعد اس مسجد میں ظہر و عصر کی نماز ادا فرمائی تھی۔

مسجد جبل عیینین | یہ مسجد کوہ عیینین کے شرقی حصے پر واقع ہے اس حصے کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ وہ ہے جس پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیرہ لگا تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن ظہر کی نماز اسی پہاڑ پر پڑھی تھی اس لئے اس کو جبل عیینین کہا جاتا ہے۔

مسجد وادی | یہ مسجد ابھی اوپر ذکر کی جانے والی مسجد کے قریب ہی کوہ عیینین کے شامی کنارہ پر واقع ہے۔

کہا جاتا ہے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی جگہ سے اسی جگہ آکر گر پڑے تھے پھر یہاں سے اس جگہ لے جاتے گئے جہاں بحکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم دفن کئے گئے۔

جنت البقیع اور بیرون البقیع مدینہ منورہ

اور اس کے قرب و جوار کی متبرک مسجدیں

جنت البقیع اور بیرون جنت البقیع مدینہ منورہ اور اس کے قرب و جوار میں کثرت سے مسجدیں پائی جاتی ہیں ان میں مشہور مسجدوں کا تذکرہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مسجد الجمعہ | یہ مسجد تبار کے شامی جانب واقع ہے۔

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جمیعت کے ساتھ جو تقریباً ستو ہزار تھے اس میں نماز ادا فرمائی۔ (مواہب لدنیہ)

بقول بعض صحابہ کی تعداد چالیس تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبار سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ روانگی کے دوران قائم کیا گیا۔

اس مسجد کے قریب ایک وادی ہے جس کے مغرب میں بنی سالم بن عوف کے دیار ہیں اسی لئے اس مسجد کا نام مسجد الوادی بھی ہے۔ (جذب القلوب)

یہ مسجد تبار جانے والے شخص کے دائیں طرف واقع ہے۔ (مواہب لدنیہ)

بعض نے کہا ہے کہ بنی سالم کی دو مسجدیں ہیں ان میں چھوٹی یہی مسجد الجمعہ ہے۔

مسجد الفضل | یہ مسجد تبار کے شرقی جانب واقع اور چوکور ہے مسجد الشمس کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مشرق میں ہے اور نسبتاً دوسری

جگہوں کے بلند جگہ پر ہے۔ اس طرح آفتاب کی شعاع سب سے پہلے اس پر پڑتی ہے۔

بعض نے اس مسجد کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج

کی وہابی کا واقعہ اسی جگہ رونما ہوا تھا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اس نے کریم واقعہ مبارک خیر کا ہے۔
بنو نغیر کے یہودیوں کا جب آپ نے محاصرہ فرمایا تھا۔ اس جگہ چودہ دن تک نماز ادا
فرماتی تھی۔ پھر یہاں پہ مسجد بنائی گئی۔

مسجد بنی قریظہ | مسجد شمس کے مشرق میں یہ واقع ہے۔ ولید بن عبدالملک کے زمانے
میں یہ مسجد بنائی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے محاصرہ کے
وقت اس جگہ نزول فرمایا تھا۔ اس مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ مسجد کا
مغربی شمال گوشہ ہے۔

اس جگہ مسجد قبار کے مینارے کی طرح ایک مینارہ تھا۔ پھر وہ گر گیا اور اس کی جگہ
نصف قامت کے بقدر ایک چبوترہ بنایا گیا۔

مسجد ماریہ قطیبیہ | حضرت ماریہ قطیبہ شاہ زاوۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابراہیم
کی والدہ ہیں۔

مسجد بنی قریظہ کے شمالی جانب مقام عالیہ میں یہ مسجد واقع ہے۔ عالیہ درینہ منورہ سے
سے چار یا تین میل کے فاصلہ پر نواحی آبادیوں کا نام ہے۔

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر نماز پڑھی ہے۔ اس جگہ حضرت
ماریہ قطیبہ رضی اللہ عنہا کا ایک باغ تھا۔ اسی باغ میں حضرت ابراہیم شاہ زاوۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت ہوئی تھی۔

مسجد بنی ظفر | اسے مسجد البغلہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد بقیع کے شرقی جانب قبر
فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے راستے میں واقع
ہے۔ بنی ظفر کے محلہ میں اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا اور وہاں کے پتھر پر
تشریف رکھنا منقول ہے۔

اور اس کا پتھر بارہا کیا جا چکا ہے کہ جس عورت کو استقراء حمل نہیں ہوتا اس پتھر پر

بیٹہ جاتی ہے تو اسے استقامت مل ہو جاتی ہے۔ یہیں ایک پتھر ملی زمین ہے جس کے پتھروں پر
خمر کے کھر، کہنی اور انگلیوں کے نشانات ہیں۔ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں
اور لوگ ان سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

علامہ شہاب آفندی نے "شرح الشفاء" میں لکھا ہے کہ سیوطی نے اپنے فتاویٰ میں
تحریر فرمایا ہے کہ میں اس روایت کی اصل و سند سے واقف نہیں اور نہ حدیث کی کسی کتاب میں
یہ روایت میری نظر سے گزری ہے۔

ان کے شاگرد عظمیٰ نے "جامع منیر" کی شرح میں انہیں کا اتباع کیا ہے مزید یہ بھی
لکھا ہے کہ کسی معتد تاریخ میں بھی یہ بات نہ مل سکی۔ پھر اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف کرنا روا نہیں۔

مسجد الإجابة | یہ بقیع کے شامی جانب اس کے ایک قید بنی معاویہ کی مسجد ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دن مسجد بنی معاویہ سے گزر ہوا۔ آپ نے
اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد محراب سے تقریباً دو اٹھ دائیں جانب
کھڑے ہو کر ایک طویل دعا فرمائی۔

اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میری امت کو قحط و غرق میں ہاک نہ
فرمائے۔ میری یہ دعا مقبول ہوئی اور میں نے یہ دعا کی کہ میری امت میں باہمی قتل و خونریزی
نہ ہو۔ یہ دعا مقبول نہ ہوئی۔

مسجد البقیع | یہ مسجد قتیل کے مزار کے مغرب جانب واقع ہے اس کے بارے میں بتایا گیا
ہے (کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مسجد ابی ابن کعب ہے) — مروی ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں آیا جایا کرتے اور اس میں نماز پڑھتے اور ایسا متعدد بار ہوا۔

مسجد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا | یہ مسجد بقیع میں ہے اور بیت الاحزان کے نام سے مشہور ہے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

لوگوں سے الگ تھلک ہو کر اسی میں ٹھہری تھیں۔

مسجد البوزرغفاری رضی اللہ عنہ

یہ چھوٹی سی مسجد ہے۔ کوہ اُحد کے ایک حصے سے قریب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے راستے میں واقع ہے۔

اس کی لمبائی آٹھ اتر ہے بتایا گیا ہے کہ شاید یہ وہ مقام ہے جس کے بارے میں ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور ایک بہت طویل سجدہ فرمایا اور آپ پر اسی جگہ وحی نازل ہوئی چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میری خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ کا ارشاد ہے جس نے آپ پر دو روپڑھا اس پر میں رحمت نازل کروں گا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا سجدہ شکر ادا کیا۔ (بیہقی)

مسجد مصلی العید

یہ مسجد مدینہ منورہ سے باہر غزالی جانب واقع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دھال تک اس میں نماز پڑھتے رہے۔ اور جب اپنے سفر سے

واپس آتے اور اس عید گاہ سے آپ کا گذر ہوتا تو آپ قبلہ رو ہو کر دھال فرماتے۔

ابن مسیب نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہاشی (شاہ حبشہ) کی نماز جنازہ

اسی عید گاہ میں ادا فرمائی۔

ایک اور مسجد

یہ مسجد عید گاہ کی مسجد کے شمال میں مال بجانب مغرب واقع ہے اور مسجد

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے۔ شاید حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کے اندر نماز عید ادا کی ہو یا اس سے پہلے کوئی نفل

نماز پڑھی ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہل لوگوں کی کم تعداد ہونے کے سبب

اس میں نماز عید ادا فرمائی تھی۔

ایک تیسری مسجد

عید گاہ کے شامی طرف یہ ایک اور مسجد ہے اور مسجد علی کے نام

سے مشہور ہے۔ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر

نماز عید ادا فرمائی ہو۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ محصور تھے

اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے نکلے اور اس جگہ ٹھہرے تھے۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتداءً لوگوں کی کمی کے سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز
عید اور فرمائی تھی۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ تینوں مسجدیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے
زمانہ میں تعمیر کی گئیں۔

مسجد الفتح | یہ مسجد کوہ سلج کے مغربی حصہ پر واقع ہے۔ سلج مدینہ منورہ سے باہر ایک
پہاڑ ہے اس مسجد کو مسجد الاحزاب بھی کہتے ہیں اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا نماز اور فرمانا روایتوں میں ملتا ہے۔

اس مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام خندق ووشنبہ، مد شنبہ اور چہار شنبہ کو
کفار قریش کی شکست کے لئے دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ چہار شنبہ کو دو نمازوں کے درمیان حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی۔ (فتح القدیر)

جہاں یہ دعا مقبول ہوئی تھی وہ جگہ مسجد کے صحن میں محراب کے مقابل ہے۔
شیخ دہلوی نے نقل کیا ہے کہ دعا کرنے والا محراب کے سامنے مسجد کے صحن میں کھڑا ہو۔
مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ | یہ مسجد جانب قبلہ میں مسجد الفتح کے قریب واقع ہے۔ اس
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز اور فرمانا مروی ہے۔

مسجد علی رضی اللہ عنہ | یہ مسجد بھی مسجد الفتح کے قریب واقع ہے۔ اس میں بھی نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا نماز اور فرمانا منقول ہے۔

مسجد ابو بکر رضی اللہ عنہ | یہ مسجد مسجد الفتح کے پاس قبلہ کی طرف پہاڑ کی جڑ میں واقع ہے۔
اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا مروی ہے۔

یہ تینوں مسجدیں تینوں اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیوں ہیں اس کی وجہ
معلوم نہ ہو سکی۔

ان تینوں مسجدوں کو مساجد الفتح بھی کہا جاتا ہے۔

کچھ لوگوں نے یہ وجہ بتائی ہے کہ ان تینوں اصحاب رضی اللہ عنہم کی قیام گاہیں خندق کے دن انہیں جگہوں پر تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قیام گاہوں میں تشریف لائے تھے اور ان میں نماز پڑھی تھی۔

مسجد بنی حرام | یہ مسجد اسی نام سے مدینہ منورہ میں مشہور و معروف ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ اس مسجد کے پاس کوہ سلع کا غار ہے۔ جسے کعب بنو حرام کہتے ہیں۔

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں تشریف رکھی اور آپ پر وحی نازل ہوئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ کے پاس وحی لائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: —

آپ کو بشارت ہو میں آپ کی امت کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کروں گا جو آپ کے لئے ناگوار خاطر ہو۔

طُوبَى لَكَ لَا أَفْعَلَنَّ بِأُمَّتِكَ
أَمْرًا يَكُونُ مَكْرُوفًا لَكَ

طبرانی نے بھی اسی مفہوم کی حدیث روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیام خندق کی راتیں اسی غار میں گزارتے یہ غار قبلہ کے راستے میں مدینہ منورہ سے مساجد الفتح کی طرف جانے والے کے دائیں جانب واقع ہے۔

مسجد القبلتین | یہ مسجد مساجد الفتح کے غربی جانب وادی عقیق سے قریب واقع ہے۔ اس میں دو محرابیں ہیں ایک کعبہ کی طرف اور دوسری بیت المقدس کی طرف۔

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیدہ والدہ بشر بن براہ بن معرور سے ملنے بنی سلمہ کے ان تشریف لے گئے۔ انہوں (غیدہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا ظہر کا وقت ہو گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ ان کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیسری رکعت میں کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔ سبھی حضرات کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

اس طرح کہ امام اپنی اس جگہ سے جہاں وہ پڑھ رہا تھا اپنے پیچھے کی طرف آگیا اور لوگ بھی گھوم کر امام کے پیچھے ہو گئے۔ اور عورتیں بھی گھومیں اور مردوں کے پیچھے ہو گئیں۔ اس مسجد میں تبدیلی قبلہ کا حکم نازل ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میں بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رخ کر لینے کے سبب اس کا نام مسجد القبلتین ہو گیا۔

(مواہب لدنیہ بروایت ابن سعد من واقعہ)

زرقانی نے لکھا ہے کہ یہاں یہ اشکال نہیں کہ یہ عمل کثیر ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ محل کثیر اس وقت تک نماز میں گفتگو کی طرح مسجد نماز نہ رہا ہو۔ یا مصلحت کے پیش نظر یہ محل منصف کر دیا گیا ہو۔

مسجد الذباب مسجد الزایہ کے نام سے یہ مشہور ہے۔ اور کہ صلیع سے شرقی جانب مدینہ منورہ سے شامی طرف پہاڑ کے حصہ پر واقع ہے۔ اس جگہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کا نماز ادا فرمانا بعض روایتوں میں منقول ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو اپنا خیمہ اسی مقام پر نصب فرمایا تھا۔

مسجد السقیا سقیا ایک مقام کا نام ہے۔ وہاں کے کنوئیں کے شامی طرف یہ مسجد واقع ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز ادا فرمائی اور اہل مدینہ

کے صاع اور مدین برکت کے لئے اسی مقام پر دعا فرمائی۔

متبرک کنوئیں

کئی نام نے خوب کہا ہے : —

أَفْضَلُ السَّيَاءِ نَاءٌ قَدْ بَنَعَ | بَيْنَ أَصَابِجِ السَّيِّئِ الْمَتَّعِ

فساۃ زمزم فساۃ (مصحف) | فَنِلُ مَضْرُوعَتِهِ بَاقِ الْأَنْطَرِ

سب سے افضل پانی وہ ہے جو نبی مقتدی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے

نکلا پھر آب زمزم پھر آب کوثر پھر نیل مصر پھر دوسری ندیوں کا پانی —

واضح رہے کہ متبرک کنوئیں بہت سے ہیں۔ ان سے وضو کرنا غسل کرنا اور ان کا پانی

پینا مستحسن ہے۔ ان کے اعداد و سترہ بتائے گئے ہیں۔ بعض نے انیس ہونے کی تصریح کی ہے۔

ان میں بعض کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

بیر اریس

یہ کنواں مسجد قبار سے قریب اس کے مغربی جانب واقع ہے۔ یہ کنواں

کھاری تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں آب وہی مبارک ڈالا اور

اس کا پانی نہایت شیریں اور لطیف ہو گیا۔ یہ وہی کنواں ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

پنڈلی کھول کر پاؤں ٹٹکائے ہوئے بیٹھے تھے اور پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت

عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی نشست سے بیٹھے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے

وضو فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

بتایا جاتا ہے کہ اس کا پانی آب زمزم کی طرح جس مقصد سے پیا جائے شفا پیاں

کی شدت ختم کرنے یا مرض سے شفا یابی یا اسی طرح کے دیگر مقاصد کے لئے تو یہ مقاصد

پاؤں سے ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ علی قاری نے نقل کیا ہے۔

اسی کوئیں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہیں کے ہاتھ سے یا ان کے مادم معیت ب کے ہاتھ سے مہر نبوت گری اور انتہائی تلاش و جستجو کے بعد بھی نہ مل سکی۔

اس میں راز یہ ہے کہ اسی مہر پر انتظام و تدبیر کا مدار تھا۔ اس کا کھونا۔ نقتے و فساد ماریل بن گیا۔ اس مہر کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ ایک سطر میں محمد دوسری میں رسول اور دوسری میں اللہ مکتوب تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ انگشتری ہرک اپنے ہاتھ میں پہنتے پھر یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پہنچتی اور سب سے اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آتی اور انہیں کے ہاتھوں گم ہوئی۔

مسجد قبا سے مشرق و شمال کی جانب یہ کنواں واقع ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے حضور فرمایا اور پانی پینا اور بقیہ پانی اس میں ڈال دینا بعض روایتوں سے ثابت ہے۔

ابن ماجہ کی یہ صحیح روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پانی سے سات مشک سے غسل دیئے جانے کی وصیت فرمائی تھی۔ حسب وصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے غسل دیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے مروتی ہے کہ یہ کنواں جنت کے چشموں سے ایک چشم ہے (نظام الکرام) یہ کنواں مسجد القبلتین کے شمالی جانب وادی عقیق میں واقع ہے۔ وادی عقیق ایک مبارک وادی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا اس وادی سے مجھے محبت ہے۔ اور اس کو مجھ سے محبت ہے۔ اس کوئیں کا پانی نہایت شیریں اور لطیف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے "جس نے یہ زور کی کھدائی کی اس کے لئے جنت ہے" اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی کھدائی کرائی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے پینتیس ہزار درہم میں خریدا اور غنی، نادار اور مسافر کے لئے اسے وقف کر دیا۔

بیر بُصامہ | یہ کنواں مدینہ طیبہ کے باب شامی کے پاس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے راستہ پر چلنے والے شخص کے دائیں جانب واقع ہے۔ ان دنوں یہ کنواں باغ جہل اللیل میں ہے۔

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پانی سے وضو فرمایا ہے اور اس میں اپنا لعاب و بن مبارک ڈالا اور اس کے پانی اور پینے والوں کے حق میں دُعا و بارک فرمائی ہے۔ عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیماروں کو بغرض شفا اس کے پانی سے نہلاتے تھے۔ حتیٰ بہماز اس کی برکت سے انہیں صحت عطا فرماتا۔

بیر بُصہ | بغیر بار و تشدید صلا یا تخفیف صلا۔ یہ کنواں جنت البقیع سے قریب ہے بقیع سے جو راستہ مسجد قبا کر گیا ہے اس کے مشرق جانب نفلستان میں واقع ہے۔ یہاں دو کنوئیں ہیں۔ ان میں ایک چھوٹا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ان دونوں میں ”بیر بُصہ“ بڑا ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ بیر بُصہ چھوٹا ہے اور اس میں سیر حیاں ہیں۔

اس کنوئی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک دھویا سر کا فضالہ اور مونے مبارک چہرے جھڑے اسی کنوئی میں برکت کے لئے آپ نے ڈال دیئے۔

بیر حارہ | یہ کنواں مسجد نبوی سے قریب شمالی جانب واقع ہے اور بعض ناسک میں جو یہ ہے کہ یہ کنواں مسجد نبوی سے قبلہ جانب ہے یہ صحیح نہیں۔

پہلے یہ کنواں حضرت ابطلحہ انصاری کے باغ میں تھا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور درختوں کے سایہ میں تشریف رکھتے اور اس کنوئی کا پانی نوش فرماتے۔ ان دنوں یہ کنواں ایک چھوٹے سے باغ میں ہے۔

بیر احاب | ان دنوں یہ کنواں زمزم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کنواں مدینہ منورہ کے مغربی جانب شگلخ زمین پر واقع ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ اس کا پانی دنیا کے گوشے گوشے میں اب زمزم کی طرح سے جایا جاتا تھا۔
بیر العین | مسجد قبار کے شرقی جانب حوالی مدینہ کے ایک پہاڑ پر یہ کنواں کند ہے۔ بعض نے اسے بیر العیبر کہا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک اس میں ڈالا ہے اور اس کے پانی سے وضو فرمایا ہے اور اس کنوئیں کے لئے دعائے برکت فرمائی ہے۔
بیر ابی عنینہ | یہ کنواں مدینہ منورہ سے ایک میل پر واقع ہے شاید اس وقت یہ کنواں بیرونی کے نام سے مشہور ہے۔

مروی ہے کہ لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فزہ بدر کے لئے روانہ ہوا تھا تو اسی جگہ اُترتا تھا۔
بیر انس بن مالک | راجح یہ ہے کہ یہ کنواں ان دنوں زناطیہ کے نام سے مشہور ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کنوئیں کا پانی نوش فرمانا اور اس میں اپنا لعاب بن مبارک ان منقول ہے۔
 مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کے سبب مدینہ منورہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے کنوئیں سے زیادہ شیریں اور میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا یہ روایت ابو نعیم وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ (وزرقانی)

بیر السقیاء | یہ شگلخ زمین پر واقع ہے اور سیر الاعجام کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کنواں ایران ہر چکا تھا۔ عجم کے کسی غیر نے اسکی تعمیر لوکی۔ یہ بیر علی بن ابی طالب کے دائیں طرف واقع ہے۔
 بعض روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانی نوش فرمایا ہے۔
 مذکورہ کنوئوں میں حسب ذیل سات کنوئیں زیادہ مشہور ہیں، بیر اریس، بیر فرس، بیر روم، بیر بضاہ، بیر لہہ، بیر عار، بیر العین۔

حرمین شریفین کے درمیان کی مسجدیں

زار کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان کی مسجدوں کی بھی زیارت کرنی چاہیے۔ کرمانی نے اپنی کتاب میں ایسی بیس مسجدوں کا ذکر کیا ہے۔

ان میں بعض کا تذکرہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ذوالحلیفہ اہل مدینہ کی میقات ہے۔

مسجد ذوالحلیفہ

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حجتہ الوداع کے سفر میں ذوالحلیفہ

کے ایک بول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا اور نماز کے بعد یہیں احرام باندھا تھا۔ آپ کی نماز پڑھنے کی جگہ مسجد کا درمیانی ستون ہے۔

ذوالحلیفہ میں پہلی مسجد کے قریب یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔

مسجد المعرفہ

محمد بن ابی بکر مدینی نے کہا ہے کہ معرکس مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

حضرت ابی عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ایک

غزوہ سے واپس ہو رہے تھے آپ شب کے اخیر حصہ میں یہیں اترے اور اسی جگہ

نماز ادا فرمائی تھی۔ اسی لئے اس جگہ کو معرکس (رات کے اخیر حصہ میں اترنے کی جگہ)

کہتے ہیں۔

شرف الرومار مدینہ منورہ سے تیس یا چالیس میل کے فاصلہ پر

مسجد شرف الرومار

ایک مقام کا نام ہے۔ اس جگہ دو مسجدیں ہیں ایک چھوٹی

اور دوسری بڑی۔

منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے۔ یہ مسجد

مکہ جانے والے راستے پر چلنے والے شخص کے دائیں جانب واقع ہے۔ ان دونوں مسجدوں کے درمیان ایک مہاجر و غیرہ پھیلنے کی مقدار کا فاصلہ ہے۔ یہیں چند مزارات میں جہز مزارات شہداء کے نام سے مشہور ہیں۔ شاید یہ ان اہل بیت کے شہداء کے مزارات میں۔ جنہیں ساریۃ میں ظہا شہید کیا گیا تھا۔

مسجد الغزالہ
یہ مسجد وادی روماء کے اخیر حصے میں پہاڑ کے کنارہ مکہ جانے والے راستے کے بائیں طرف واقع ہے اور مدینہ منورہ جانے والے راہی کے دائیں جانب ہے۔ اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول فرمانا اور نماز پڑھنا منقول ہے۔ اسے غزالہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس وادی میں ہرنی نے آپ کی رسالت کی شہادت دی تھی۔ یہ واقعہ اسی جگہ سے منسوب ہے۔

مسجد عرق الطبیعیہ
مقام روماء سے قریب واقع ہے۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فزودہ بدر کا مقام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو چہر بنائی گئی تھی۔ وہ اس سے قریب تھی۔ اس کی جگہ ایک کھجور کے درخت کے پاس مشہور ہے۔ (شرح الناسک)

مسجد بدر
شیخ دہلوی نے لکھا ہے یہ مسجد اسی چہر کا جگہ بنائی گئی ہے۔ اس کے قریب ایک چشمہ ہے اور اسی کے قریب ایک دوسری مسجد بھی ہے۔ جس کی اصل کا پتہ نہیں۔ زائر جب مقام بدر پر پہنچے تو وہاں کے شہداء و صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجمال طور پر سلام عرض کرے۔

مکہ جانے والے راہ گیر کے دائیں طرف بدر کے بعد ایک پہاڑ میں جو شگاف ہے جس پر لوگ چڑھتے ہیں اور خیال رکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔

اسی طرح وہ ٹیلو جس کے بارے میں عوام کا دعویٰ ہے کہ فرشتے اس پر نقارہ بجاتے ہیں۔ اس کا بھی کوئی اصل نہیں۔ لیکن شیخ دہلوی نے فرمایا ہے کہ نقارہ کی آواز وہاں سنائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

مسجد الصفراء لوگ اس مسجد سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ عبیدہ بن حارث نے غزوہ بدر کے زخم کے سبب اسی مقام صفراء میں وفات پائی تھی۔ یہیں آپ دفن کئے گئے۔ وہیں آپ کے مزار کی زیارت کی جاتی اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔

عوام اس مزار کو حضرت ابوذر غفاری کا مزار بتاتے ہیں۔ صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربوہ میں مدفون ہوئے ہیں۔

مسجد الحنفیہ پہلی مسجد حنفیہ کے شروع میں مدینہ کی طرف ہے۔ دوسری حنفیہ کے اخیر میں میقات کی حد بتانے کے لئے جو دو نشان بنے ہیں ان کے قریب ہے تیسری مکہ جانے والے راستہ پر حنفیہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

مسجد غلیص بغیر غار، مکہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اس جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

مسجد المرغلہ یہ مکہ جانے والے راستے کے بائیں طرف مکہ سے ایک منزل پر واقع ہے اسے مسجد الفتح بھی کہتے ہیں۔ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت اس میں نماز ادا فرمائی ہو۔

مسجد صرف صرف ایک مقام کا نام ہے جو متعمم سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہیں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے۔ اسی جگہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کا زفاف ہوا تھا۔ یہیں ان کی وفات ہوئی اور اسی جگہ دفن کی گئیں۔

مسجد تنعیم

اسے مسجد عائشہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں حضرت منیٰ اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے بھائی عبدالرحمن کے ساتھ اسی جگہ احرام باندھا تھا۔ یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ کعبہ کے اطراف میں سب سے قریب تر جگہ یہ ہے۔

مسجد تنعیم نام رکھنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کے دائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے نعیم اور بائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے نعیم کہا جاتا ہے اور وادی کو نعمان کہا جاتا ہے (العقد الثمین فی فضائل البلد الامین)

اس کے قریب ایک مینارہ ہے جس پر یہ لکھا ہے:

إِنَّ هَذَا مَوْضِعٌ مُّبِيبٌ	یہ وہ جگہ ہے جہاں صحابی رسول
فِيهِ الصَّحَابَةُ خَبِيبٌ	حضرت خبیب انصاری رضی اللہ عنہ
إِلْإِنْصَارَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ	کو رسول دی گئی۔

مسجد فمی طوسی

نبی منیٰ اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تھے اسی مسجد کی جگہ ایک ببول کے درخت کے نیچے آپ نے تشریف رکھی تھی (العقد الثمین) اور اسی جگہ آپ نے رات گزاری اور مکہ میں مبعوث کی تھی ہاں نبی منیٰ اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ اس مسجد کے علاوہ ایک دوسری جگہ ہے۔

خاتمہ

حرمین شریفین کے فضائل

اور ان میں عبادت کی اہمیت

استباہ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی جگہ اور اتنا حقہ جو امضائے پاک کو عادی ہے وہ دنیا کی ساری جگہوں سے افضل ہے۔ (نظام الملکۃ منقول از تافہی عیاض) بلکہ سائے آسمانوں حتیٰ کہ عرش سے بھی افضل ہے۔ ابن عقیل جنبی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ علامہ نووی کا میلان بھی اسی طرف ہے اور ظاہر ہے کہ پورا روضہ انور مراد ہے صرف جسم پاک سے لگے ہوئے حصے ہی نہیں۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے ضم الاعضاء کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور یہ محاورہ میں پوری قبر کے لئے برلے جاتے ہیں صرف جسم پاک سے لگے ہوئے حصے کے لئے نہیں۔

پھر کعبہ مقدسہ روضے زمین پر سب سے افضل ہے۔ روضہ انور کا حقہ چھوڑ کر مدینہ منورہ سے بھی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ مکہ مکرمہ کعبہ مقدسہ کے سوا اور مدینہ منورہ باستانہ مزار پاک شگون افضل ہے۔ اور مسجد نبوی اور مسجد حرام میں کون افضل ہے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل اور مسجد مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ اور امام مالک اور ایک جماعت کا مذہب اس کے

برعکس ہے۔ (امام نووی) اور اگر یہ کہا جائے کہ مکہ و مدینہ دونوں ہی مِنْ وَجْهِ نَفْسِیَّتِ رکھتے ہیں تو یہ تحقیق سے زیادہ قریب بات ہوگی۔

اس لئے کہ مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں نماز مدینہ منورہ اور مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے افضل ہے۔ اور جو لوگ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی میں ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس دنیا کے تمام جنتوں سے بہتر ہے (رسائل الارکان) بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ کا خبار جدام و برص سے شفا دیتا ہے بلکہ ہر مرض کی دوا ہے۔ (جامع ابن اثیر)

ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک گڑھا ہے جو بیمار سے شفا کے لئے عمار و غیر مرم کے نزدیک پینے اور غسل کرنے دونوں طریقوں سے مجرب ہے۔

پینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی تھوڑی سی مٹی لی جائے اور پانی میں ڈال دی جائے اور پانی پی لیا جائے۔

غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی مٹی پانی میں چھڑ دی جائے اور اس سے بیمار زدہ غسل کرے۔

لیکن پینا ابن ہنار وغیرہ کے نزدیک وارد شدہ ہے۔ جب بنو حارث بن ہنار میں مبتلا ہوئے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وادی صعیب سے تم کتنی دور ہو انہوں نے کہا۔ ہم وادی صعیب کو کیا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس کی مٹی لو اور پانی میں ڈالو پھر تم میں کوئی اس پر اپنا لعاب ڈالے اور یہ کلمات کہے:

۱۔ اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

مدینہ منورہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ لوگ سمجھتے

وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ مِنْهُنَّ
كَأَنَّهُمْ يَفْقَهُونَ

اللہ کے نام سے ہماری زمیں کی مٹی ہمارے بعض کے لعاب کے سبب ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مرض کے لئے شفا رہے۔	بِسْمِ اللّٰهِ شَرِبْتُ اَرْضَہَا بِرِیْقِ بَعْضِنَا شَفَاءٌ لِّبَعْضِنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔
---	---

انھوں نے ارشاد کی تعمیل کی اور ان کا بنجارا جاتا رہا۔

حدیث شریف سے اس کا پتہ ثابت ہونے کی وجہ سے یہ مٹی حلال ہے ورنہ مٹی کا کھانا اور پینا حرام ہے یہ مضر ہوتی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ جس شخص نے یہ کہا کہ مدینہ کی مٹی خراب ہے اسے تیس کوڑے مارے جائیں اور قید کیا جائے۔ (الشفا)

مدینہ منورہ کی مٹی متعدد روایتوں میں درج کی گئی ہے (شیخ دہلوی) صحیحین میں یہ روایت موجود ہے۔

جس شخص نے نہار منہ عجمہ کھجور کے سات دانے کھائے۔ اس دن اس کو نہ کوئی زہر اثر کر سکتا ہے اور نہ کوئی جادو۔	مَنْ اَکَلَ صَبَاحًا عَلٰی السَّرِیْقِ سَبْعَةً مِّنَ النَّجْوَةِ لَا یُؤْثَرُ فِیْ ذَٰلِكَ الْیَوْمِ سِتْمٌ وَلَا سِحْرٌ۔
--	---

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عجمہ (مدینہ منورہ کی عمدہ قسم کی ایک کھجور) دورانِ سر کی دوا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے مسجد حرام کی ایک نماز دوسری مسجد کی ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور بیت المقدس کی ایک نماز دوسری مسجد کی ایک ہزار نماز کے مساوی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ پانچ ہزار نماز کے برابر ہے۔

امام احمد نے روایت کی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد حرام کی ایک نماز میری مسجد کی تیس نماز سے افضل ہے۔ (نظام الملک)

مسجد حرام سے مراد مسجد حرامت ہے جہاں جہنمی اور عائضہ کا ٹھہرنا حرام ہے۔ ایک قول ہے کہ کہہ مراد ہے۔ (منک کبیر) بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مسجد فی مسجدیٰ ہذا خیرتین الف
صلوۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام

ابو الشیخ نے روایت کی ہے "مسجد نبوی کی ایک نماز دس ہزار نماز کے برابر ہے" ابن ماجہ کی روایت ہے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز پچاس ہزار نماز کے برابر ہے (منک کبیر) زرقانی نے "الحجج البیّتہ" سے نقل کرتے ہوئے الامام سے مرفوعاً یہ روایت کی ہے۔

مَنْ خَرَجَ عَلَى ظَهْرِ لَا يُرِيدُ
اِلَّا الْقُدْرَةَ فِي مَسْجِدِي
هَذَا حَتَّى يُعَلِّيَ فِيهِ كَانَ
بِمَنْزِلَةِ حُجَّتِهِ

راوی ہے کہ حرمین شریفین کی یہ فضیلت صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام عبادات و اعمال کو عام ہے۔ (منک کبیر)

"نظام الحکمۃ" میں حسن بصری کا ارشاد ان کے رسالہ سے منقول ہے کہ میں ایک دن کاروزہ ایک لاکھ روزے کے برابر اور ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ درہم کے برابر اور ایک نیکی ایک لاکھ کے مساوی ہے۔ امام غزالی نے "احیاء" میں لکھا ہے کہ مدینہ کا ہر عمل ایک ہزار کے برابر ہے۔

میرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے مدینہ کا ایک رمضان دوسرے شہروں کے ایک ہزار رمضان سے بہتر ہے اور مدینہ کا ایک جمعہ دوسرے شہروں کے ایک ہزار جمعہ سے بہتر ہے زرقانی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔

”نظام الحکمة“ میں یہ سبق سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک ماہ رمضان کے روزے بشتائے مسجد حرام دوسری تمام مسجدوں کے ایک ہزار ماہ ملتے رمضان سے افضل ہیں اور میری اس مسجد میں ایک جمعہ بشتائے مسجد حرام تمام مسجدوں کے ایک ہزار جمعہ سے بہتر ہے امام نووی نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ”میری اس مسجد“ کے لفظ سے اس جانب اشارہ ہے کہ اعمال کے ثواب کی زیادتی اس مسجد کے ساتھ خاص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھی وہ حصے نہیں جن کا خلفاء راشدین اور ان کے بعد کے لوگوں کے عہدوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔

شیخ نے ”لمعات“ میں لکھا ہے جمہور کے نزدیک مذہب مختار یہ ہے کہ ثواب کی کثرت کا حکم اضافہ شدہ حصوں کو بھی شامل ہے جس کی وجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مراد یہ حدیث ہے :

لو مَدَّ هَذَا السَّجْدَ إِلَى مَعْلَاةِ الْيَمِينِ كَانَ مَسْجِدِي	اگر یہ مسجد یمن کے (شہر) صنعاء تک بڑھا دی جائے جب بھی میری ہی مسجد ہوگی۔
--	---

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول یہ ارشاد بھی ہے ”جتنی بھی اس مسجد میں توسیع کر دی جائے کل میری ہی مسجد ہوگی۔“

حدیث میں اہم اشارہ کا استعمال دوسری مسجد سے ممتاز کرنے کے لئے اور اظہار عظمت کے لئے یا مسجد قبا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب دوسری مسجدوں سے استرازا مقصود ہے۔ محب طبری نے امام نووی کا اپنے قول سے رجوع نقل کیا ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے اعمال کے کئی گنے کی بات صرف ثواب سے متعلق ہے۔ یعنی مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز کے ثواب سے زیادہ ہے۔ فوت شدہ اعمال سے کافی ہونے میں یہ ثواب کی کثرت کچھ مفید نہ ہوگی۔ شکیار کہ ایک شخص کے ذمے دو نمازیں ہیں اور اس نے مسجد مدینہ میں ایک نماز پڑھی تو اس شخص کی یہ نماز دو

نمازوں سے کفایت نہ کرے گی۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

امام احمد اور طبرانی نے ثقہ راویوں کے زریعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں۔ طبرانی نے اتنا اضافہ کیا ہے۔“ اس طرح کہ اس کی کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو۔ اس کے لئے جہنم سے نہایت اور عذاب سے نہایت اور نفاق سے نہایت بچا دیا گئی۔ شیخ دہلوی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

استبہا | ان مساجد میں ہزار گنا یا چند ہزار گنا ثواب صرف فرض عبادت میں ملتا ہے یا فرض و نفل دونوں میں اس میں اختلاف ہے اصحاب مالک نے لفظ کے عموم کو دیکھتے ہوئے تصریح کی ہے کہ فرض و نفل دونوں میں ملتا ہے۔ عمامی نے لکھا ہے کہ صرف فرض میں لیکن یہ اطلاق حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ نووی نے مراحۃ کی ہے۔ ”فتح القدیر“ میں مرقوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مشہور حدیث مروی ہے۔ ”انسان کی سب سے بہتر نماز اس کے گھر میں ہے فرض کے علاوہ“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد میں نفل پڑھنا مثلاً تہجد اور فجر کی سنت وغیرہ منقول نہیں بلکہ اپنے گھر میں پڑھنا روایتوں میں ملتا ہے (جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مساجد میں فرض اعمال کا کوئی گونہ ثواب ہوگا نفل کا نہیں)۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اعمال میں کثرت ثواب صرف مردوں کے لئے ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے مسجد میں حاضر ہونے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی آپ سے اجازت مانگی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا باوجودیکہ اس وقت عورتوں کا نکاح مباح تھا جس سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے لئے ان کی نماز گھروں ہی میں افضل ہے (نظام الملک)۔

علماء نے فرمایا ہے اگر کسی شخص نے ان مساجد میں سے کسی میں نماز پڑھنے کی نذر مانی

تو اسے ایثار نذر واجب ہے۔ اور اس کے لئے اس میں نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز ادا کرنا اسے کافی نہ ہوگا۔ (رسائل الارکان)

”کشف العطا“ میں ہے اگر اس شخص نے مسجد مدینہ میں ادائیگی کی نذر مانی تو نذر کی تکمیل کے لئے مسجد مدینہ اور مسجد حرام متعین ہوگی اور اگر اس نے مسجد اقصیٰ میں ادائیگی کی نذر مانی تو ایثار نذر کے لئے مسجد مدینہ، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ متعین ہوگی اگر وہ ان مسجدوں کے علاوہ متعین کرے تو تعین نہ ہوگی۔

”منک متوسط“ میں ہے۔ اگر اس نے کسی جگہ نماز پڑھنے کی نذر مانی اور اس سے کم درجہ کی جگہ نماز پڑھی تو اسے یہ کافی ہے۔ علی قاری نے ”منک متوسط“ کی شرح میں لکھا ہے اگر اس نے مسجد حرام میں دو رکعت پڑھنے کی نذر مانی تو اس نماز کا اس جگہ کے علاوہ کہیں اور ادا کرنا امام زفر کے نزدیک جائز نہ ہوگا۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح ہے۔

اور اگر اس نے مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دو رکعت ادا کرنے کی نذر مانی تو ان دونوں کی ادائیگی صرف مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد حرام میں جائز ہوگی ان کے علاوہ مسجدوں میں روا نہ ہوگی۔

اور اگر اس نے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس کی ادا ان تینوں مسجدوں میں جائز ہوگی ان کے علاوہ مسجدوں میں روا نہ ہوگی۔

اور اگر اس نے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو مسجد محلہ میں اس کی ادا جائز نہ ہوگی۔ اگر اس نے مسجد محلہ میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس کی ادا اس کے گھر میں جائز نہ ہوگی اور اگر اس نے کسی گھر میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو سب میں اس کی ادا جائز ہے (المصنفی) ان مسائل میں ہمارے اصحاب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن نے یہ بھی کہا ہے کہ امام ابو یوسف امام زفر کے ساتھ ہیں۔ ان مساجد میں اعتکاف کی نذر

ماننے کا بھی یہی حکم ہے۔

”رد المحتار“ میں ہے جس کسی نے مسجد حرام میں دو رکعت پڑھنے کی نذرمانی اور یہ نماز اس نے اس سے کم رتبے یا بلا کسی نفیست کی مسجد میں ادا کی تو اسے کافی ہے۔ امام زفر البقرہ اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔

اس لئے کہ شریعت کا مشہور ضابطہ ہے کہ نفل عبادت کا التزام نفل کو واجب کر دیتا ہے اور بندہ کا عبادت کو کسی جگہ سے خاص کرنے کا اعتبار شریعت سے ثابت نہیں۔ بلکہ عبادت کے لئے جگہوں کی تخصیص صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہ تحریر اس مرحلہ تک پہنچ چکی ہم اپنی گفتگو ختم کرتے ہیں۔ بلکہ حرام کو مکرم کی پاک سرزمین پر رحمن کے مقدس گھر کے سامنے یہ آخری کلمات ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ میں کہے گئے۔

علی رسول المشرقین والمغربین والحمد للہ وحممہ صلوات

خالق اکوین مادام وجود السلوین ۵

اللہم یا حنان یا منان اغفر لنا ولوالدینا وللمشاہدینا

ولا ماتدینا ولجميع المسلمين والمسلمات مبرحتنا

یا ارحم الراحمین ۵



تمت

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

تَحْمِ
خَاتَمُ الْمُرْسَلِينَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَبُو الْبَيْثَانَ الْخَافِظُ مُحَمَّدٌ مظهر الدِّين رَمَاسِي رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ

صُفَّةٔ پَبَاۓ کِشَنَر

عمیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ - اُردو بازار - لاہور فون: 7324210

تاریخ القرآن

تالیف

حضرت علامہ مفتی عبد اللطیف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹر جی روڈ - اُردو بازار - لاہور فون: 7324210

عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے بہترین کتب

